تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

۲۵ فروری ۱۹۹۹ء | سالانہ ۱۳۰ روپے | فی شمارہ ۶ روپے

اسلامی روح کی بقا میں سرفروش قائدین کا حصّہ

ہم نے ماضی اور زمانہ حال کی تاریخوں میں بکثرت ایسی کوششوں کا حال دیکھا ہے جو باوجود اس کے کہ اخلاص، شجاعت، ایمان اور سرگرمی پر مبنی تھیں۔ ان کے علم برداروں اور رہنماؤں کے اخلاص میں کوئی شک نہیں، ان کے پیروؤں نے بھی ایثار و قربانی اور مہم جوئی میں کوئی کمی نہیں کی۔ یہ تحریکیں (منظم اور مضبوط حکومتوں کے مقابلہ میں) ناکام رہیں، تاریخ میں یہ انوکھی مثال اور اس دنیا کے نظامِ تکوینی اور قانونِ فطری میں کوئی حیرت کی بات نہیں ہے لیکن سیاسی اور مادی نتائج کے لحاظ سے ناکامی کے باوجود ان تحریکوں نے اسلام کی روح و مزاج کے بقاء و تسلسل میں بڑا کردار انجام دیا ہے، کیونکہ ان اقدامات نے تاریخ میں اسلام کی عظمت اور اس کی حیثیت کو نمایاں کر دیا، اگر اس طرح کے واقعات عہد بہ عہد کچھ وقفوں سے پیش نہ آتے تو اسلامی تاریخ نفس پرستی، خود رائی، نفع اندوزی، مطلق العنان سلاطین کے جور و استبداد اور خود غرض افراد کے استحصالی موقع پرستی کی ایک مسلسل داستان ہوتی۔ لیکن ان سرفروش قائدین اور ان کے صاحبِ ایمان و عزیمت متبعین نے اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر آنے والی نسلوں کے لئے روشنی کے ایسے مینارے قائم کر دیے جن کے ذریعہ تاریخ کے دھندلکے میں ایمان کی روشنی جگمگاتی اور بعد میں آنے والی نسلوں کو راستہ دکھاتی رہی ہے اور ان کو اسلام کی فردوسِ سابقہ کی یاد دلاتی اور باطل کا مقابلہ کرنے کی ہمت بخشتی رہی۔ اور اس نے اسلام کی غیرت، اور حدود و قوانینِ اسلام کے تعطل پر خلش کو زندہ رکھا۔

یہ ایک قابلِ صد احترام وراثت ہے جو مسلمانوں کے لئے قابلِ فخر ہے، یہ وہ بیش بہا دولت ہے جس سے نسل در نسل افراد کو رخصت پر عزیمت، سہولت پسندی اور ع

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

کے جاہلی اصول پر ع

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ستیز

کے بہادرانہ و جرأت مندانہ اسلامی اصول کو ترجیح دینے پر آمادہ کیا، یہ مجاہدانہ کارناموں کا ایک تسلسل ہے جو دل کو ایمان افروز اور عزائم کو بلند و پیش سے کوزہ ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی (ماخوذ از: المرتضیٰ ص ۳۰۰)

Regd No. LW/NP56
Fax No.: (0522)330020

FORTNIGHTLY

Principal off : 372336
Guest House : 323864

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs 6

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

IZHAR AHMAD & SONS
Perfumers
CHOWK, LUCKNOW-3

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبو دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی

ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

SHOP. 255257
RES. 268898

خط و کتابت کا پتہ

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔

AUTO REFRCCTO METER AR-860

فوٹو فراک، کوٹیڈ لینس، بائی انڈیکس ریزمی لینس، فینسی بارڈر دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشین۔ اے۔ رحمٰن (علیگ)
شکر جی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج۔ اعظم گڑھ

کیپ کے اوپر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیئے

منو کا بنا

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ، کٹنے جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، منوناتھ بھنجن (یوپی)

تعمیرِ حیات میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۶	۲۵ فروری ۱۹۹۹ء - مطابق - ۸ ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ	شمارہ نمبر ۸

:- زیر نگرانی :-

مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)

مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی (معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء)

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء)

پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

:- مدیر مسئول :-

شمس الحق ندوی

:- مجلس ادارت :-

مولانا نذر الحفیظ ندوی، مولانا محمد خالد ندوی

مولانا عبداللہ حسنی ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون

سالانہ ——— ۱۳۰ روپئے

فی شمارہ ——— ۶ روپئے

:- بیرونی ممالک فضائی ڈاک :-

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک

——— ۳۰ ڈالر

:- بیرونی ممالک بحری ڈاک :-

بحری ڈاک جملہ ——— ۱۵ ڈالر

اِس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ۱۳۰ روپئے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گذارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کیساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ ——— منیجر

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ تعلیم کا مختصر خاکہ

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ ——— ترجمہ: ——— شمس الحق ندوی

(قسط نمبر ۶)

تعلیم کے سلسلہ میں حضورؐ کا انداز

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کے سلسلہ میں بہتر سے بہتر طریقہ اپناتے تھے جو مخاطب کے دل پر پورا اثر بھی ڈالے اور اس کی عقل و فہم کی صلاحیت سے مطابقت بھی رکھتا ہو اور آپؐ کی وضاحت و تشریح کے مطابق حال ہو، جس شخص نے بھی حدیث کی کتابیں بغور پڑھی ہیں وہ یہ اچھی طرح سمجھے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے سامنے نئے انداز سے گفتگو فرماتے تھے کبھی آپؐ سوال فرماتے (جس سے صحابہ کرام پورے طور پر متوجہ ہو جاتے) پھر آپؐ خود ہی اس کا جواب دیتے کبھی آپؐ سوال کرنے والے کے سوال کا جواب اتنا ہی دیتے جتنا وہ پوچھتا، اور کبھی مزید باتیں بھی بتا دیتے، اور کبھی آپ جو کچھ بتانا اور سکھانا چاہتے پہلے اس کی مثال بیان کرتے کبھی قسم کھا کر بات کو اہمیت کے ساتھ بیان فرماتے، کبھی سائل کے سوال پر نہایت حکیمانہ انداز میں اس کے ذہن کو موڑتے اور متوجہ کرتے، خطوط کے ذریعہ تعلیم فرماتے، کبھی نقشہ بنا کر بتاتے اور تعلیم دیتے، کبھی کسی چیز کی تشبیہ کے ساتھ یا صاف صاف کھول کر بیان کر کے تعلیم فرماتے، کبھی بات کو مبہم فرماتے کہ سامع غور کرنے لگے اور اس کو سمجھنے کے لئے ذہن حاضر ہو جائے، اور کبھی کھول کر بیان فرماتے، کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم شبہ کے انداز میں کوئی بات فرماتے تاکہ اس کا جواب بیان فرمائیں، کبھی آپؐ ظرافت و مزاح کے انداز میں تعلیم دیتے، کبھی جو کچھ بتانا ہوتا پہلے اس کی نہایت لطیف انداز میں تمہید قائم کرتے، کبھی آپ چیزوں میں موازنہ فرما کر تعلیم دیتے، کبھی چیزوں میں انداز اور عقل کا انداز اپناتے، جواب بیان کرنے کے لئے پہلے اس کے اسباب بیان فرماتے، کبھی آپ کسی بات کو جانتے ہوئے بھی صحابہ کرامؓ سے پوچھتے تاکہ اس کا جواب بیان کر کے ذہن نشین کر دیں، کبھی آپؐ ان سے سوال کرتے تاکہ جواب کے محل کی طرف رہنمائی کریں، کبھی آپؐ سوال کرنے سے پہلے ہی بات کو بتا دیتے، کبھی آپؐ عورتوں کے لئے خصوصی مجلس قائم فرماتے تاکہ ان کو ان کی ضرورت کے مطابق وعظ و نصیحت فرمائیں اور علم سکھائیں، کبھی مجلس میں کم سن لوگ اور بچے ہوتے تو گفتگو اور تعلیم میں اس کی بھی رعایت فرماتے، ان کے پاس بیٹھ جاتے اور ان کے بچپنے کا خیال کر کے بے گناہ کھیلوں کے مطابق باتیں فرماتے اور سکھاتے، اسی طرح سے اور مختلف انداز علم و تربیت کے لئے اپناتے جو احادیث میں آگے ذکر کیا جائے گا، اور جو کچھ لکھا گیا اس کے مختلف نمونے سامنے لائے جائیں گے۔

اچھے کردار اور بلند اخلاق کے ذریعہ تعلیم

تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں آپ کا سب سے اہم، بڑا اور نمایاں انداز عمل اور بلند اخلاقی کا نمونہ عملی شکل میں پیش کرنا ہے، آپ جب کسی بات کا حکم فرماتے تو پہلے خود عمل فرماتے، پھر لوگ اس کو اپناتے، اور جس طرح سے آپ کو عمل کرتے دیکھا ویسے ہی عمل کرنا شروع کر دیتے، آپ کے اخلاق قرآنی تعلیمات کا آئینہ تھے، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے بندوں کے لئے اسوۂ حسنہ بنایا تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا)[1] تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور ..... روز قیامت (کے آنے) کی امید ہو اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اخلاق و کردار اور تمام حالات میں اپنی امت کے لئے نمونہ ہیں یہ یقینی بات ہے عمل و کردار کے ذریعہ تعلیم و تربیت کرنا زیادہ قوی اور موثر ہوتا ہے۔ سمجھنے اور یاد کرنے میں بھی معاون ہوتا ہے، آدمی کو اس کے اقتدا کرنے اور اپنانے پر آمادہ کرتا ہے یہ تعلیم کا فطری طریقہ ہے، چنانچہ آپ کے طریقۂ تعلیم کا یہ پہلو سب سے نمایاں تھا۔

حافظ ابن حجر کی کتاب "الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ" میں جلیل القدر صحابی (الجلندی ملک عمان) کے حالات میں مذکور ہے کہ وثیمہ نے اپنی کتاب (الردۃ) میں ابن اسحٰق سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص کو ان کے پاس اسلام کی دعوت لے کر بھیجا، انھوں نے کہا:

باقی ص ۲۹ پر

[1] سورہ احزاب ۔ ۲۱

اس شمارے میں

۱	درسِ حدیث	شیخ عبد الفتاح ابو غدہ	۲
۲	مسلمانوں کی تعلیم میں ترقی کی ضرورت	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۵
۳	اسلام اور خدمت خلق	حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی	۸
۴	انسان کی فطرت میں عشق و محبت	حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی	۱۰
۵	فتنوں کی برسات	مولانا محمد تقی عثمانی صاحب پاکستان	۱۷
۶	جو عشق و سرمستی کا موسم بہار	شمس الحق ندوی	۲۱
۷	دین میں حقوق کی ادائیگی	مولانا عاشق علی بلند شہری	۲۳
۸	بچوں کا بگاڑ اور ان کی اصلاح	سراج الدین (ایم۔اے)	۲۴
۹	سوال و جواب	مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۲۶
۱۰	مطالعہ کی میز پر	عبد المتین منیری	۲۷
۱۱	مختصر عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۳۰

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی ۱۵/- Rs. کے حساب سے زرضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 30/-
پشت پر رنگین صفحہ Rs. 40/-
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O. Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH-(K.S.A)

برطانیہ
MR. M. AKRAM NADWI
O.C.I.S.
St. cross college
Oxford 0x1 3TU-U.K.

ساؤتھ افریقہ
MR. M. YAHYA SALLO NADWI SB.
P.O. Box No. 388
Vereninging
(S. AFRICA)

قطر
MR. ABDUL HAI NADWI SB.
P.O. Box No. 10894
DOHA-QATAR

دبئی
MR. QARI ABDUL HAMEED NADWI SB.
P.O. Box No. 12525
DUBAI- (U.A.E.)

پاکستان
MR. ATAULLAH SB.
Sector A-50, Near sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (PAKISTAN)

امریکہ
DR. A.M. SIDDIQUI SB.
98-Conklin Ave
Woodmere
NEW YORK 11598 (U.S.A.)

اداریہ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مسلمانوں کی تعلیم میں ترقی کی ضرورت اور قابلِ توجہ پہلو

تعلیم متمدن انسان کی ایسی ہی ضرورت ہے جیسے جسمانی صحت کے لئے کھانا۔ موجودہ عہد میں مغربی قوموں کی تعلیم کے میدان میں فکرمندی ترقی اور نظم و انتظام پھر اس کے دور رس نتائج تکنکاب کے سامنے ہے، ان کو دیکھ کر ہمارے پسماندہ مشرقی ممالک میں بھی اپنے لئے تعلیم کے بہتر نظم و انتظام کی ضرورت کا احساس بڑھا اور اس کے نتیجہ میں عصری مضامین کی درسگاہیں قائم کی گئیں اور کی جارہی ہیں، لیکن یہ عمل بڑے وسائل اور حسن انتظام اور فکرمندی کا طالب ہے، جس کی مسلمانوں میں کمی بھی ہے اور اس کے لئے توجہ بھی ابھی کم ہے، بہر حال اس کے جو وسائل اور تقاضے اور جو دشواریاں ہیں وہ مسلم دانشوروں کی خصوصی توجہ کی محتاج ہیں اور ان کی مخلصانہ فکر پر بہتر نتائج کے حصول کا انحصار ہے۔

مسلمانوں کی قائم کردہ درسگاہوں میں ایک تو وہ درسگاہیں ہیں، جنھوں نے اپنے کو علوم دینیہ کی حفاظت اور ترویج کے ساتھ وابستہ کر لیا ہے، وہ عوامی چندوں سے اپنی مالی ضرورت کو پورا کرتی ہیں، اور اس میں اسلامی شعور رکھنے والے اہل ثروت اپنے اپنے جذبہ دینی کے مطابق حصہ لیتے ہیں، یہ درسگاہیں امت کو علمائے دین اور مذہبی رہبر و مصلح فراہم کرتی ہیں جو امت اسلامیہ میں دین کی حفاظت اور اس کی زندگی کو دینی ضوابط کا پابند بنانے کی کوشش کا اپنا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

ان تعلیم گاہوں کا صرف ایک رخ میں محدود ہو جانا بعض لوگوں کی نظر میں اعتراض کا باعث ہے، لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں ہے، دنیاوی و عصری درسگاہوں میں بھی بعض بعض تعلیم گاہیں تعلیم کے کسی ایک شعبہ کے ساتھ خاص کر دی جاتی ہیں، مثلاً معاشی ضرورت کے لئے ٹیکنیکل تعلیم کی درسگاہ، طبی ضرورت کے لئے میڈیکل کالج، صنعتی ضرورت کے لئے انجینیرنگ کالج تو مذہبی علوم، فقہ و افتاء، دعوت و اصلاح، ارشاد اور قرآن و حدیث کی تعلیم کے لئے ماہرین تیار کرنے کے چند مخصوص ادارے غلط نہیں بلکہ ملت اسلامیہ کی شریعت کی ضرورت کے لئے ضروری ہیں، پھر دینی علوم کی ان درسگاہوں کا معاملہ یہ ہے کہ یہ کم مصارف میں اور خود اپنی کوششوں سے عوام کو اپنا سہارا بنا کر صرف ان کی مدد سے اپنا کام چلا لیتی ہیں، لیکن مسلمانوں کی وہ تعلیم گاہیں جو عصری ضرورت کے پیش نظر قائم کی جاتی ہیں ان کے مصارف کا نظم اور ان کے فنی اور تکنیکی وسائل کا انتظام مشکلات کا حامل ہے، اور ..... زیادہ لائق فکر ہے۔ ان درسگاہوں کے متعدد اہم مسائل میں ایک اہم مسئلہ حکومت کی طرف سے ان کو تسلیم کرنے کا ہوتا ہے پھر تسلیم کئے جانے کے بعد ان کو ملت کی خصوصیات کو باقی رکھتے ہوئے چلانے کا اور آزادانہ عمل کرنے کا مسئلہ ہوتا ہے۔ دوسرے ان کے مالی تقاضوں کے پورا کرنے کا مسئلہ طالب توجہ بن جاتا ہے کیونکہ ان کے شعبوں کی وسعت اور ان کے لئے وسائل کی ضرورت، زیادہ مصارف کی متقاضی ہوتی ہے جو حکومت وقت کی مدد یا فیاض اور سخی اہل ثروت کے تعاون ہی سے پورے کئے جاسکتے ہیں، پھر ایسی تعلیم گاہوں کی ضرورت مسلمانوں کی تعداد کے لحاظ سے جگہ جگہ قائم کئے جانے کی ہوتی ہے کیونکہ مسلمانوں کی تعداد ملک میں متعدد ہے اور ملک کے مختلف علاقوں میں پھیل رہی ہے، ان کی تعلیم کی ضرورت اور ان کی ضروری تعداد کو سامنے رکھتے ہوئے ان درسگاہوں کا قائم کرنا ایک ایسا عمل ہے جو حکومت کی مدد کے ساتھ قوم کے فراخدلانہ تعاون ہی سے ہوسکتا ہے وہ تنہا حکومت کی مدد کی صورت میں اپنی ملت کی خصوصیت کی مکمل بقاء کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ اپنی ملی خصوصیت کی حفاظت کے ساتھ تعلیم چلانے کے لئے پرائیویٹ اداروں کا نظام ضروری ہوتا ہے اور مسلمانوں کے لئے ایسے ملک میں جہاں وہ اقلیت میں ہیں یہ مسئلہ زیادہ اہمیت کا بن جاتا ہے، کیونکہ حکومت کے سیکولر ہونے اور مسلمانوں کے اقلیت میں ہونے کی وجہ سے حکومت کا تعاون مسلمانوں کے ملی خصوصیات کے اداروں کو کم ہی حاصل ہوسکتا ہے، اس صورت میں خود اقلیت کو باہت بننے کی ضرورت ہوتی ہے اور عزم و حوصلہ کے ساتھ اپنی ضرورت کے لئے خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونا لازم ہوتا ہے اس میں اگر حکومت سے کوئی تعاون ملتا ہو تو

اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ وہ تعلیم گاہ کے مقصد اور اس کی ملی خصوصیت کو متاثر نہ کرے بلکہ مسلمانوں کی علمی و فکری تشکیل کے ساتھ ان کی ملی خصوصیات کے پیدا کرنے کا ذریعہ ثابت ہو۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے زیر انتظام عصری تعلیم کے جو ادارے ہیں ملک کے سیکولر ہونے کی بنا پر اقلیتوں کو جو حقوق دیئے گئے ہیں ان کی بنیاد پر یہ ادارے مسلم انتظام میں اور اپنی مرضی کے مطابق بڑی حد تک چلائے جا سکتے ہیں اسی کے ساتھ ساتھ اگر حکومت سے مدد بھی ملتی یا مل سکتی ہے تو یہ ایک بڑی سہولت ہے جس سے مسلمانوں کو اپنے ملی تشخص کے ساتھ اپنے تعلیمی ادارے چلانے کا موقع ملتا ہے، لیکن اس کا انحصار مسلم انتظامیہ کے ارادہ اور صلاحیت پر ہے، کیونکہ ادارہ کی پالیسی کا تعین اور پھر اس پالیسی کا تحفظ نیز اس کے کاموں میں چستی اور مقصد کے مطابق کارکردگی، یہ سب ادارہ کی انتظامیہ کی توجہ و فکرمندی پر منحصر ہوتا ہے، اس طور پر یہ پہلی ذمہ داری انتظامیہ پر آتی ہے لیکن انتظامیہ کی توجہ و فکرمندی کا اصل فائدہ اس وقت ہوتا ہے جب انتظامیہ کے حضرات تعلیمی اداروں کی مشکلات اور ان کی ضرورتوں کا پورا علم رکھتے ہوں اور اپنی ملت کی علمی ضرورت اور ملی تشخص کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ ہوں تاکہ اس کے مطابق وہ توجہ اور فکرمندی عمل میں لائیں اور وہ اس امر کا جواب دے سکتے ہوں کہ ملک بلکہ شہر میں دیگر متعدد اداروں کے ہوتے ہوئے مزید اس ادارہ کی ضرورت کیا ہے۔ آیا صرف تعداد میں اضافہ کرنے کے لئے یا اپنے ایک جداگانہ و خصوصیت کے ساتھ ادارہ کو چلانے کے لئے، اور اگر جداگانہ و خصوصیت کا ادارہ قائم کرنا ہے تو یہ کیوں اور کس مقصد سے قائم کرنا ہے۔

مسلمان انتظامیہ اس سیکولر ملک میں جب کوئی ادارہ قائم کرتا یا چلاتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اداروں کی تعداد میں صرف مزید اضافہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی ملت کے مقصد حیات یا اپنے کلچر یا اپنی زبان کے تحفظ کے لئے قائم کرتا ہے اور علم و فن کے میدان میں اپنی امت کے فرزندوں کو نمایاں مقام تک پہونچانے کے لئے کرتا ہے، مسلمان انتظامیہ کو اولاً یہ بات سمجھنا ضروری ہے، پھر اس کے تقاضوں کے مطابق فکر و توجہ سے کام لینا ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے اداروں کو جب حکومت سے مدد ملتی ہے تو ان کے نصاب و نظام پر کچھ ضوابط بھی حکومت کی طرف سے عائد کئے جاتے ہیں، جو ادارہ کے مسلمان انتظامیہ کو پورا کرنا ہوتے ہیں، ان ضوابط کے دائرہ سے باہر دیگر متعدد پہلوؤں میں ادارہ کو مسلم انتظامیہ کی مرضی کے مطابق چلانے کا اختیار حاصل ہوتا ہے، ان کو اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے کا یہ اختیار ملک کے سیکولر دستوری رو سے حاصل ہوتا ہے، ان تعلیم گاہوں کا یہی وہ پہلو ہے جس کے رو سے مسلم انتظامیہ کو اپنے ملی و مذہبی تشخص کے ساتھ تعلیمی نظام کا بندوبست کرنے کی سہولت حاصل ہوتی ہے اور مسلمان طلبہ کو اپنی خصوصیات کو برقرار رکھنے اور مضبوط بنانے کا موقع حاصل ہو جاتا ہے، اور یہ بات چونکہ ان تعلیم گاہوں کو مسلم انتظامیہ کے توسط سے حاصل ہوتی ہے اس لئے ادارہ کو مفید طریقہ سے چلانے کی ذمہ داری اصلاً مسلم انتظامیہ پر جاتی ہے، اگر مسلم انتظامیہ اپنے اس حق کو فکر و توجہ سے استعمال نہ کرے تو پھر مسلم انتظامیہ کے ہونے یا نہ ہونے میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا، اور جہاں تک مشکلات کا تعلق ہے تو اس سیکولر ملک میں مسلم انتظامیہ کے تحت جو ادارے چل رہے ہیں ان کے ذمہ امور زیادہ قابل فکر ہیں، ایک تو یہ کہ انتظامیہ کے افراد کو آپس میں یک جہتی اور تعلیم کے بڑے مقصد کے لئے اپنی شخصی رائے اور خیال کو آپس میں متحد رکھ کر چلانا کبھی کبھی خاصا مشکل بن جاتا ہے اور انتظامیہ کے ارکان کی رائے کا اختلاف بعض بعض وقت ذاتی اختلاف بن جاتا ہے، اس اختلاف کی وجہ سے ادارہ کے بنیادی مصالح کو بڑا ضرر پہونچتا ہے اور ادارہ کمزور ہو کر مکمل کامیابی سے دور ہو جاتا ہے۔

دوسرا قابل ذکر مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ نظام تعلیم میں ملت کے مزاج اور اس کی ملی مصلحت کا لحاظ خاطر خواہ طریقے سے نہیں ہوتا، اس کمی کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نوجوان طلبہ کی تشکیل اسلامی ملت کے عین مقصد و مزاج کے مطابق نہیں ہو پاتی۔

بہرحال مسلم انتظامیہ والے اداروں کی کچھ دشواریاں تو انتظامیہ کی بعض کمزوریوں اور بے توجہیوں سے پیدا ہوتی ہیں اور کچھ کمزوریاں وسائل کی کمی کی بنیاد پر ہوتی ہیں۔ ان میں ایک دشواری جو اہم دشواری بھی ہے ادارہ کی ضرورت کے مطابق مالی فراہمی کا نہ ہونا ہے، وہ پرائیویٹ اور اقلیتی ادارہ ہونے کی وجہ سے حکومت سے اتنی مدد کے حقدار نہیں ہو پاتے جتنی ان کے اپنے مطلوبہ منصوبوں کو بخوبی چلانے کے لئے کافی ہوں، چنانچہ اس مسئلہ کے حل کے لئے ان کو لامحالہ اپنی ملت کے اہل ثروت افراد کی طرف دیکھنا پڑتا ہے، اور یہ اہل ثروت افراد مسلمانوں کی ضرورت کی اہمیت کو اس طرح نہیں محسوس کر پاتے جس طرح ایک زندہ اور متحرک قوم کی ضرورتوں کو محسوس کرنا چاہئے، اس کمی کی وجہ سے ادارہ کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے، لہٰذا اس کے لئے ان حضرات کی ہمدردی حاصل کرنے کی طرف توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے، اس کے لئے

ان اداروں کے ذمہ داروں کو اپنی صلاحیتوں اور عملی کوششوں سے ملت کی اس ضرورت کی طرف جو ان اداروں کے سے پوری ہو سکتی ہے رابطہ بڑھانا چاہئے اور ان کے دل و دماغ کو اس ضرورت کے پورا کرنے کی طرف مائل کرنا چاہئے، ملت میں الحمدللہ ایسے اصحاب ثروت ہیں جو اس اہم ملی ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں، ضرورت ہے کہ ملت کے بااثر افراد میں اس بات کا احساس بڑھے، اور وہ اپنی صلاحیتوں سے پورا پورا کام لیں اور اس فائدہ کو سمجھیں جو ان کی توجہ سے مسلم ملت کو پہونچ سکتا ہے۔

دوسرا پہلو جو ان اداروں کا قابل توجہ ہے وہ تعلیمی و تدریسی نظام ہے، جس کے ذریعہ اساتذہ کو اپنے فرض منصبی زیادہ سے زیادہ یاد دلانا اور اس پر ان کو عامل بنانا ہے تاکہ وہ طلبہ کو علم کے حصول میں یکسو ہو کر مشغول ہونے کی طرف متوجہ کریں اور ان میں جذبہ پیدا کریں خاص طور پر اس لئے بھی کہ اقلیت کے افراد کو زندگی کی دوڑ کے لئے زیادہ محنت و توجہ اور کام میں یکسوئی کی ضرورت ہوتی ہے۔

تیسرا پہلو:۔ نصاب تعلیم کا ہے، جو نصاب تعلیم ہماری ان تعلیم گاہوں کو انگریزوں کے زمانہ سے ورثہ میں ملا ہے، وہ ابھی تک انگریزوں کے اختیار کردہ مقاصد کے دائرہ سے آزاد نہیں ہو سکا ہے، اس میں جو نظام تعلیم اختیار کیا جاتا ہے وہ نوجوان طالب علم کو عموماً ایک اچھا کلرک یا آفیسر یا مادی زندگی کے حصول ہی کی حد تک فائدہ پہونچانے کا کام دیتا ہے، ان نوجوانوں کو ملت کی صحیح فکر و ثقافت سے وابستہ اور ملت کی رہنمائی کی اصلی صلاحیت کا حامل اور ملت کے ملی تشخص و خصوصیت کا محافظ نہیں بناتا، سوائے چند ایسے افراد کے جو اپنے گھروں سے اپنی اعلیٰ قدروں کی تربیت حاصل کر کے ان اداروں میں آتے ہیں وہ تو اپنی اخلاقی و ثقافتی خصوصیات کو قائم رکھتے ہیں، اور پھر اس سے مستقبل میں ملت کو فائدہ پہونچاتے ہیں لیکن یہ تعلیم گاہیں اپنے نصاب سے ایسے اعلیٰ افراد پیدا نہیں کر پاتی ہیں جو علم و عمل میں ممتاز خصوصیات کی حامل ہوں، ان تعلیم گاہوں کا نصاب کا، خاص طور پر وہ حصہ جو زبان و ادب اور سماجی علوم سے تعلق رکھتا ہے ان خصوصیات سے عملاً خالی ہوتا ہے، جن کی ضرورت ایک مسلمان نوجوان کو اپنی ملت کی خصوصیت اور ضرورت کے مطابق اپنی شخصیت کی تشکیل کے لئے ہوتی ہے، اس نقص کی درستگی نصاب تعلیم کو خاص طور پر ادب و زبان اور سماجی اور انسانی علوم کو نئے سرے سے ڈھالنے اور ان کے مطابق کتابیں تیار کرنے کی ضرورت ہے، اور جب تک اس ضرورت کا نصاب تیار نہ ہو سکے اس وقت تک اہل نظر حضرات جاری شدہ نصاب کا مبصرانہ جائزہ لے کر ملت کی قدروں اور عقیدہ سے جوڑ نہ کھانے والی چیزوں کو نظر میں لائیں، اور نوجوان طلبہ کو اس سے واقف کرائیں تاکہ وہ کسی ناآہنگ بات سے بدگمان نہ کئے جا سکیں، اور اس کے ضرر سے بچ سکیں، اس کام کے لئے صاحب بصیرت اور صاحب واقفیت جو صحیح اسلامی شعور سے خالی نہ ہوں ان کی توجہ کی ضرورت ہے۔

ہماری تعلیم گاہوں کو وقت کی رفتار اور علوم کے بڑھتے ہوئے قافلہ پر بھی پوری نظر رکھنے کی ضرورت ہے، علم برابر ترقی اور توسع کی راہ پر چل رہا ہے، اور وہ اس وقت انسان کی ہر طرح کی ترقی کا ذریعہ بن گیا ہے، ضرورت ہے کہ ہمارے ادارے کو نئی حاصل ہونے والی دریافتوں اور نئے پیدا ہونے والے اور ترقی کرنے والے علوم پر برابر نظر رکھیں تاکہ ہم ان کے سلسلہ میں پیچھے نہ رہ جائیں اس کے لئے امت میں ایک روح بیدار کرنی ہوگی اور اہل مقدرت افراد کو ان ضرورتوں کو پورا کرنے میں تعاون کرنے کی طرف متوجہ کرنا ہوگا۔

دراصل مسلمان انتظامیہ رکھنے والی تعلیم گاہوں پر ایسے افراد ڈھالنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جن کی موجودہ زمانہ میں قوم کی رہنمائی اعلیٰ سطح سے کرنے کے لئے ضرورت ہے، ان کے سامنے مسلمانوں کا وہ دور تاریخ کے صفحات میں نمایاں ہے جو قرون وسطیٰ میں جب کہ یورپ تاریکی اور جہالت کے دور سے گزر رہا تھا، اور مسلمان مفکر، معلم اور ماہرین علم و تمدن برابر پیدا ہوتے تھے اور تاریخ میں اپنا مقام بنا رہے تھے جس کا یورپ کے منصف مورخین بھی جگہ جگہ اعتراف کرتے ہیں کہ یورپ نے چھ سو سال تک مسلمانوں کی تحقیقات و علمی تفوق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ترقی کا آغاز کیا، ضرورت ہے کہ ہماری تعلیم گاہیں اور ماہرین تعلیم اپنے اس شاندار ماضی کو خود بھی پیش نظر رکھیں اور نوخیز نسلوں کو بھی اس سے واقف کرائیں تاکہ ان میں حوصلہ بڑھے اور ترقی کی راہیں ان کو معلوم ہوں، کوئی تعجب نہیں کہ وہ اس روشنی میں یورپ کی صرف برابری ہی نہیں بلکہ یورپ سے آگے بڑھ جائیں، ان کو یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ یورپ نے اپنی ساری ترقیات کے لئے صرف اپنی جسمانی اور مادی راحت کو مقصود بنایا ہے، اس نے اپنے دل و دماغ کو صرف ظاہری و سطحی مسرتوں کے لئے آزاد و بے مہار بنا رکھا ہے، لیکن مسلمان زندگی کے جائز پہلوؤں کو حاصل کرنے کے ساتھ انسانی قدروں کی حفاظت اور انسانیت نواز اخلاق کی تلقین کو بھی اپنا فریضہ سمجھتا ہے، اور اس کی تعلیم اس کو قرآن مجید اور حدیث شریف سے ملنے والے احکام الٰہی اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی ہے اور اس کے ذریعہ اس کو انسانیت اور دنیا

باقی صفحہ ٩ پر

اسلام اور خدمتِ خلق

ایک مبارک اور دوسرے علاقہ کے مسلمانوں کے لئے باعث تشویق اقدام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

ایک ہونہار ندوی فاضل ظہیر احمد صاحب صدیقی ندوی نے منصوبہ بند طریقہ پر رفاہ عامہ کا موں کا بیڑا اٹھایا ہے جس کے تحت ایک حیات ہاسپٹل اور حیات موبائل ہاسپٹل بھی ہے اور الحمدللہ یہ کام شروع بھی ہو چکا ہے سردست پندرہ بیڈوں کے لئے تعمیر ہو چکی ہے اور خدمتِ خلق کا جذبہ رکھنے والے ڈاکٹر حضرات اور نرسیں کام کر رہی ہیں، اس ہاسپٹل کے افتتاح اور ایک نئی عمارت کا سنگ بنیاد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کے ہاتھوں انجام پایا، اس تقریب میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیمات مولانا عبداللہ جاں صاحب ندوی، مہتمم دارالعلوم مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی، صدر شعبۂ عربی دارالعلوم مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، ایڈیٹر الرائد مولانا واضح رشید ندوی اور دیگر اساتذۂ کرام کے علاوہ اعیان شہر نے بھی شرکت کی، اس مبارک موقع پر حضرت مولانا مدظلہ نے جو تقریر فرمائی وہ مذہب اسلام کی ہمہ گیری کا ایک حصہ ہے جو اسلام کی اصل روح کو پیش کرتی ہے۔ جبکہ اس وقت یہ کہا جارہا ہے اسلام چند عبادتوں اور رسومات کا مذہب ہے، اس ہاسپٹل کے بانی دیگر اور رفاہی کام انجام دے رہے ہیں ہماری دعا ہے کہ یہ ادارہ مثالی خدمت انجام دے اور دوسرے شہروں کے مسلمانوں میں بھی یہ جذبۂ خدمت بیدار ہو جو اسلامی روایات کا نقش قائم کرے۔

(ادارہ)

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ و السلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین ومن تبعھم باحسان إلی یوم الدین۔

حضرات! میرے لئے، میرے رفقاء کے لئے اور اگر زیادتی نہ ہو تو میں کہوں کہ تمام حاضرین کے لئے یہ ایک بڑی خوش قسمتی کا بلکہ بڑی برکت کا اور قابل فخر موقع ہے کہ ہم ایک رفاہی مرکز میں ایک رفاہی کام کے سلسلہ میں جمع ہوئے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ اسلام میں خدمت خلق کو کیا درجہ دیا گیا ہے۔ کسی مذہب میں (جہاں تک میرا مذاہب کا تقابلی مطالعہ ہے) مجھے نہیں معلوم اور مجھے اب تک اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ اللہ کے بندوں کی خدمت، خلق اللہ کی خدمت پر اتنی رضامندی اور خوشی کا اظہار کیا گیا ہو اور اتنا سراہا گیا ہو اتنا اعزاز دیا گیا ہو جو کم کسی چیز کے لئے ہوتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے "خیر الناس من ینفع الناس" لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کے کام آئے، ان کو فائدہ پہونچائے اور پھر "من نفس عن مومن کربۃ نفس اللہ عنہ کربۃ من کرب یوم القیامۃ" جو شخص کسی صاحب ایمان کی ایک تکلیف کو دور کرے گا تو قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کی تکلیف کو دور کریں گے۔

اسلام میں خدمت خلق کو عام طور پر جو قانون الٰہی ہے اس کے لحاظ سے اس کا دور ہونا بہت مشکل ہوتا ہے اس لئے اس کی بڑی ترغیب دی گئی ہے اور اس کو قرآن و حدیث میں بڑا درجہ دیا گیا ہے جو کسی انسان کی تکلیف کو دور کردے یہاں تک کہ اگر راستہ کا بڑا ہوا پتھر ہٹا دے کوئی پانی پی رہا ہو اس کا گلاس بھر دے، یا اگر راستہ میں کوئی خطرہ ہو اس سے لوگوں کو آگاہ کردے یا اسے دور کردے تو اس کا بڑا اجر بتایا گیا ہے، اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں اور اگر آپ حضرات نے تاریخ پڑھی ہے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ عالم اسلام میں خدمت خلق کے ایسے ایسے نمونے بلکہ ادارے اور مرکز قائم ہوئے ہیں جن کی دنیا میں مثال ملنی مشکل ہے اور ایک زمانہ میں اس کام کو ایک بڑی عبادت اور اجر و ثواب کی چیز سمجھ کر کیا گیا ہے، اور خاص طور پر یہ جو طب کا فن ہے اس میں اللہ کے اجر کی طلب، اس کی رضا اور خوشنودی کا شوق، اس کی لاج اور حسن نیت کو شامل کیا گیا ہے جو ہمارے علم میں کسی اور مذہب میں نہیں ہے، اس میں لوگوں کی تکلیف کو دور کر دینا، ان کو دوا کھلانا اور ان کا علاج کر دینا ایک بہتر کام ہے لیکن کسی مذہب میں اس پر اللہ کے اجر کا وعدہ اور اس کا اعلان اور اس کام میں اس طرح کے جذبہ کی قبولیت کا ذکر نہیں ہے میرے تاریخ مذاہب کے محدود تقابلی مطالعہ میں مجھے یہ بات نہیں ملی۔ آپ دیکھیں گے کہ ایسے مسلمان اطبا گذرے ہیں، اللہ کے ایسے نیک بندے گذرے ہیں جنھوں نے مخلوق کی تکلیف

کو دور کرنا، اسے خطرہ سے باہر نکالنا خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ اعلیٰ درجہ کی عبادت سمجھا ہے اور اس کو بعض اوقات نفلی چیزوں پر ترجیح دی ہے کہ اللہ کے کسی بندہ کی تکلیف ہمارے ذریعہ سے دور ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ہم سے ایسا راضی ہوگا جیسا ہماری کسی عام عبادت پر نہیں اس طرح کے واقعات سے پوری تاریخ بھری پڑی ہے۔

حضرات! آپ طب اسلامی کی، مسلم اطبا کی، حکمت و طبابت اور فن طب و علاج کی تاریخ پڑھیں اور خاص طور پر اگر سوانح اور تذکرہ کی کتابوں کو دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انبیاء کرام، مشائخ عظام، صوفیاء اور اولیاء اللہ بھی اس کو کتنی ترجیح دیتے تھے ان کے ایسے واقعات ہیں کہ حیرت ہوتی ہے، کہ انھوں نے اتنی بڑی قربانی دی، اتنی بڑی مشقت برداشت کی، راتوں کو جاگنا، دوسروں کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے خود کو تکلیف میں ڈالنا، اس کے واقعات آپ کو تاریخ و سوانح کی کتابوں میں ملیں گے جن سے کتب خانے بھرے پڑے ہیں۔

دیکھئے! انسان کو اپنی بنائی ہوئی ہر چیز عزیز ہوتی ہے چھوٹی سے چھوٹی چیز عزیز ہے، یہ ادارہ تو بہت بڑی چیز ہے اس ادارہ کی ایک ایک اینٹ بھی عزیز ہے، اللہ تعالیٰ کو اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق عزیز کیوں نہ ہو، مذاہب کا مسئلہ الگ ہے وہ نجات کا معاملہ ہے اور قیامت کے دن اس کا فیصلہ ہوگا۔ لیکن اس دنیا میں تو اللہ تبارک و تعالیٰ خود کو رب العالمین کہتا ہے، رب المسلمین کہیں نہیں آیا ہے اور پھر رب کا لفظ عربی میں اتنا عام جامع اور وسیع ہے کہ اس کے مقابلہ میں اردو کا کوئی مفرد لفظ نہیں رکھا جاسکتا کہ ہر طرح کا خیال رکھنے والا، ہر طرح کی خبر گیری کرنے والا اس طرح یہ بہت بڑی خدمت ہی نہیں بلکہ اس کو میں ایک عبادت سمجھتا ہوں جس کے لئے یہ مرکز قائم کیا گیا ہے اور اس پر اپنی مسرت اور اپنے اس احساس کا بھی اظہار کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں اس چیز کی کمی تھی، ضرورت تھی کہ ہر بڑے شہر میں کیا معنی ہر شہر میں خاص طور پر مسلمانوں کی طرف سے ایک اسپتال ہوتا جس کے اندر اس دل سوزی، ہمدردی اور فکر کا اظہار ہو جو عام اسپتالوں میں نہیں ہوتا اس لئے کہ وہاں تو فن ہے، سائنس ہے اور ڈیوٹی ہے لیکن یہ تو اجر بھی ہے، ثواب کی امید بھی ہے، اس کی ضرورت کا احساس بھی ہے، اور پھر اس میں ہر انسان کو آدم کی اولاد ہونے کی بنا پر، بعض اوقات ہم وطن ہونے کی بنا پر اور بعض اوقات دوسرے اور رشتوں کی بنا پر صرف ڈاکٹر اور مریض کے رشتہ کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ کلی رشتوں کی رعایت کر کے دیکھا جاتا ہے، اس لئے ایسے اسپتالوں کی خاص طور پر مسلمانوں کی طرف سے بنانے کی ضرورت تھی اور اس میں وہ عناصر شامل ہو سکتے تھے اور ہوتے ہیں جو "ایمان" کا نتیجہ ہیں، جو انسانی ہمدردی کا نتیجہ ہیں اور جو اللہ کی مخلوق کو اپنی برادری اور ہم جنس سمجھنے کے عقیدہ میں داخل ہیں، اس لئے ہمیں بڑی خوشی ہے کہ ہمارے اس تاریخی شہر میں، اس بڑے علمی مرکز میں اور ایک بڑے شاندار روایات اور تاریخ کے حامل شہر میں ایک اسپتال ہم مسلمانوں کی طرف سے قائم ہو رہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہاں اس ہمدردی، اس دل سوزی، اس مساوات اور اس اخلاص و تندہی کا اظہار ہوگا جو عام طور پر اسپتالوں میں نہیں ملتا۔ میں اسپتالوں کی تحقیر کئے بغیر اور ان پر تنقید کئے بغیر کہتا ہوں کہ یہ نتیجہ ہے اس شریعت اور اس اخلاقی تعلیم کا جو اسلام نے دی ہے کہ آدمی کو انسان سے محبت ہونا چاہئے اور کسی انسان کو کوئی تکلیف پہونچے تو اس تکلیف کا احساس ہونا چاہئے اور اس کی صدہا نہیں ہزارہا مثالیں تاریخ اسلام میں پائی جاتی ہیں۔ میں مبارکباد پیش کرتا ہوں اپنے ان عزیزوں اور بھائیوں کو جنھوں نے اس کا بیڑا اٹھایا اور اس کام کی بنیاد ڈالی اور پھر وہ اس کو اس پیمانہ اور اس معیار پر لے جارہے ہیں کہ جو اس کو بڑے بڑے اسپتالوں کے مقابلہ میں انشاء اللہ ممتاز بنا دے گا۔ اللہ کے بندوں، بیماروں اور مصیبت کے ماروں کو اس سے آرام ملے گا اور ان کی دعائیں حاصل ہوں گی۔

میں دوبارہ مبارکباد دیتا ہوں یہاں کے ذمہ داروں کارکنوں، خادموں اور داعیوں کو جنھوں نے ہمیں بھی اس مسرت میں شریک کیا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ یہ اسپتال کامیاب بھی ہو، نیک نام بھی ہو اور جاذب بھی ہو۔ اس کے اندر ایسی جاذبیت اور خصوصیت ہو کہ لوگ اس کی طرف کھنچیں اور اس کو دوسرے اسپتالوں پر ترجیح دیں، اللہ تعالیٰ دنیا میں اسے مصیبتوں سے نجات اور خدمت خلق اور آخرت میں مغفرت کا ذریعہ بنالے۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

بقیہ: اداریہ

کی بہتر سے بہتر ترقی میں رہبرانہ کردار انجام دینے کی ہدایت ملی ہے، اور اس کے اسلاف نے اس پر عمل بھی کیا ہے۔ جس کی مثالیں امت کے ماضی کی تاریخ میں خاصی ملتی ہیں۔

(یہ مضمون مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کی ایک مجلس میں پیش کیا گیا)

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی اردو کی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے شائع کیجاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات و حدیث ہوں انکو بھی اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں

انسان کی فطرت میں عشق و محبت کا عنصر

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی۔

اسلام توحید کا دین ہے۔ اس میں وساطت و وکالت کی ضرورت نہیں

اسلام توحید خالص کا دین ہے۔ وہ خدا اور بندہ کے درمیان کسی وساطت[1] اور "ایجنسی" کا قائل نہیں، وہ کسی ایسی محسوس اور مادی چیز کا روادار نہیں جس کو انسان اپنے فکر و خیال میں معبود کی طرح بسا کر اپنی ساری توجہ اور ہمت و قوت اس پر مرکوز کردے۔ اور اس کے دامن سے وابستہ ہوجائے اس میں نہ تو واسطوں کی گنجائش ہے نہ مظاہر کی۔ نہ تصویروں کی نہ بتوں کی، نہ یہاں پادری اور پروہت کے قسم کا کوئی طبقہ پایا جاتا ہے، نہ کاہنوں اور مجاوروں کے طرز کی کوئی جماعت،

اللہ تعالیٰ کا صاف ارشاد ہے،

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝

اور جب آپ سے میرے بندے میرے باب میں دریافت کریں تو میں تو قریب ہی ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے، پس (لوگوں کو) چاہیئے کہ میرے احکام قبول کریں، اور مجھ پر ایمان لائیں، عجب نہیں کہ ہدایت پا جائیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے،

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ

سو آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کی عبادت کرتے رہیئے، یاد رکھو عبادت خالص اللہ ہی کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور شرکا تجویز کر رکھے ہیں (کہ) ہم تم ان کی پرستش بس اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں۔

اس کے علاوہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو خیال کی پاکی، فکر کی بلندی نیت و ارادہ کی صفائی و درستی، غیر سے تعلق اور عمل میں اخلاص کے اس معیار اور فکر اور عقیدہ کی اس سطح پر ہے جس سے بہتر معیار اور بلند سطح ناقابل تصور ہے، دنیا کے تمام مذاہب، فلسفے، دینی اور عقلی نظام اور پوری انسانیت مل کر بھی آج تک اس جیسی کوئی چیز پیش کرنے سے قاصر ہے اور اس معیار کے قریب بھی اس کی رسائی نہ ہو سکی، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنا جو وصف بیان کیا ہے اس پر کوئی اضافہ ناممکن ہے،

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (سورہ شوریٰ - ۱۱)

کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہی (ہر بات کا) سننے والا ہے (ہر چیز کا) دیکھنے والا ہے۔

ایک مشہود کی ضرورت جو شوق و تعظیم کا مرکز بن سکے

لیکن فطرت انسانی، فطرت انسانی ہی ہے ایک ایسی چیز کی جستجو اور آرزو ہر بشر کی سرشت میں داخل ہے جس کو وہ اپنی ان مادی آنکھوں سے دیکھ سکے، اس کے ذریعہ اپنے جذبۂ شوق کی تسکین کر سکے۔ اور قرب و وصال اور تعظیم و تسلیم کے اس شدید تقاضے کی آسودگی کا سامان کر سکے جو ہمیشہ سے اس کے خمیر میں ہے،

شعائر اللہ اور ان کی حکمت: اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسی ظاہری اور محسوس چیزیں مقرر کی ہیں جو اس کی ذات اقدس کے ساتھ کچھ خصوصیت رکھتی ہیں، اسی کی طرف منسوب ہیں، اسی کی کہلائی جاتی ہیں اور ان پر اس کی رحمت کی اس قدر تجلی اور عنایت کی ایسی منظر ہے کہ ان کو دیکھ کر ہی خدا یاد آتا ہے اس کے علاوہ ان کے ساتھ بہت سے ایسے واقعات و مخالمات اور اعمال و احوال وابستہ ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور اس کے

[1] سوائے انبیاء مرسلین کے، اس معنی میں کہ وہ تبلیغ و رسالت اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی پاکی کے بیان، اور صراط مستقیم کی طرف نمائی میں خدا اور اس کے بندوں کے درمیان ضروری واسطہ ہیں۔ اور اسی پر ایمان کا انحصار ہے، ۲ سورۂ بقرہ - ۱۸۶۔

[1] سورہ زمر ۲، ۳۔

انعامات، اس کا دین توحید اور اس کے رسولوں کا جہاد اور صبر یاد دلاتے ہیں ان چیزوں کا نام اس نے "شعائر اللہ"[1] رکھا، ان کی تعظیم اپنی تعظیم قرار دی اور ان میں کوتاہی اپنے حق میں کوتاہی کے مرادف بتایا، اور انسانوں کو اس کی اجازت بلکہ دعوت دی کہ اس کے ذریعہ وہ اپنی پوشیدہ و مستور محبت اور مشاہدہ و قرب کے فطری جذبہ کو تسکین دیں اور اپنی آسودگی کا سامان کریں۔

ارشاد ہے،

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝ (سورہ حج ۳۲)

یہ بات ہو چکی اور جو کوئی (دین) خدا کی یادگاروں کا ادب رکھے گا سو یہ (ادب) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔

دوسری جگہ آتا ہے،

ذٰلِكَ ۣ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ (سورہ حج ۳۰)

یہ بات ہو چکی اور جو کوئی بھی اللہ کے محترم احکام کا ادب کرے گا سو یہ اس کے حق میں اس کے پروردگار کے پاس بہتر ہوگا۔

انسان کی فطرت میں عشق و محبت کا عنصر

انسان نہ صرف عقل محض ہے نہ مجبور محض جو کسی قانون اور طاقت کے سامنے بے دست و پا ہو، نہ وہ ایسا مشینی پرزہ ہے جو کسی خاص قانون اور پہلے سے مقرر کردہ نقشہ کے مطابق ایک دائرہ میں گردش کرتا رہتا ہے، وہ عقل بھی ہے دل بھی، ایمان بھی ہے اور وجدان بھی، اطاعت بھی ہے اور محبت بھی، اور اسی میں اس کی عظمت و شرافت، اس کی طاقت و عبقریت، ذہانت و دقیقہ رسی، امتیازی و برتری اور ایثار و قربانی کا راز پوشیدہ ہے، اسی کی بدولت اس نے دشوار سے دشوار مسئلہ پر قابو پایا، محیر العقول کارنامے انجام دیئے، خارق عادت باتیں اس سے صادر ہوئیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسی کی وجہ سے وہ "امانت" اس کے حوالہ کی گئی جس سے آسمان، زمین اور پہاڑ سب معذرت کر چکے تھے، اس شہپر کی مدد سے اس نے ان بلند یوں پر اپنا نشیمن بنایا جہاں مقرب فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں، حیوانات نباتات اور جمادات کا ذکر کیا ہے؟

اس نے انسان کا اپنے رب کے ساتھ رشتہ محض قانونی اور عقلی رشتہ نہیں، جس کا دائرہ صرف واجبات ادا کرنے، احکام کی تعمیل کرنے، ٹیکس دینے اور اس کے بدلہ میں کچھ حقوق حاصل کرنے تک محدود ہو، یہ محبت اور پاکیزہ جذبات کا بھی رشتہ ہے، یہ ایسا رشتہ ہے، جس پر ذوق و شوق اور عشق و قربانی، اور دل سوزی و بے قراری کا غلبہ ہونا چاہیئے۔ اور یہ عنصر اس رشتہ میں اس طرح جاری و ساری ہونا چاہیئے کہ کوئی عمل اس کے اثر سے خالی نہ رہنے پائے، دین اس سے منع نہیں کرتا بلکہ اس کی دعوت دیتا ہے، اس جذبہ کو غذا بہم پہنچاتا اور اس کو مزید قوت بخشتا ہے،

قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ،

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ (سورہ بقرہ - ۱۶۵)

اور جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی محبت سب سے قوی رکھتے ہیں۔

دوسری جگہ آتا ہے،

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (سورہ توبہ - ۲۴)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے بگڑ جانے سے تم ڈر رہے ہو، اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو، یہ سب تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہوئے تو منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجدے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

وہ اپنے رسول کا ذکر کرتے ہوئے انکی محبت و خلوص اور ان کے شوق و فنائیت کو خاص طریقہ پر نمایاں کرتا ہے اور اس کی طرف خصوصیت سے متوجہ کرتا ہے یحییٰ علیہ السلام کے متعلق آتا ہے کہ۔

وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ۝ (سورہ مریم - ۱۲-۱۳)

اور ہم نے ان کو لڑکپن ہی میں سمجھ دیدی تھی اور خاص اپنے پاس سے رقت قلب اور پاکیزگی۔ اور وہ بڑے پرہیزگار تھے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا پورا قصہ اسی محبت کی تصویر ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر یہ بیان کیا ہے کہ انھوں نے اپنے جگر کے ٹکڑے اور محبوب فرزند کی محبت کے گلے پر کس طرح چھری پھیری اور جب تک خدا نے ان کے صدق و اخلاص

[1] اس پر نفیس بحث حجۃ اللہ البالغہ کی جلد اول میں "شعائر اللہ" کے عنوان سے ملاحظہ کی جائے۔

اور صبر و قربانی کو دیکھ نہ لیا انھوں نے چھری گلے سے نہ ہٹائی۔

یَا اِبْرَاهِیْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِیْنُ (سورۂ صافات ۱۰۴ تا ۱۰۵)

اے ابراہیم تم نے خواب کو سچ کر دکھایا ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک یہ تھا بھی کھلا ہوا امتحان۔

حضرت ابراہیمؑ کی تعریف میں آتا ہے۔

اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ ۝ (سورۂ ہود ۷۵)

بے شک ابراہیم بڑے حلیم بڑے دردمند، بڑے نرم دل تھے۔

"صفات" ہی کے علم سے محبت پیدا ہوتی ہے اور اسی لیے قرآن مجید اس پر بہت زور دیتا ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے صفات و افعال اور اس کے انعامات کا اتنی کثرت سے ذکر اور اسکے اعادہ و تکرار اور اس قدر شرح و بسط کے ساتھ بیان کا اصل راز یہی ہے۔ اس لیے کہ صفات ہی محبت و شوق کا سرچشمہ ہیں اسی بات کو بعض ائمہ اسلام[1] نے نفی مجمل اور اثبات مفصل سے تعبیر کیا ہے۔ یہی اثبات ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کریمہ کا بیان اور اس کے دلائل و شواہد کا ذکر) جس سے انسان کے ذوق و شوق کو غذا ملتی ہے اور محبت جوش مارنے لگتی ہے۔ اگر نفی رہبر عقل ہے تو اثبات رہبر دل[2]

اگر اللہ تعالیٰ کی یہ صفات عالیہ اور اسمائے حسنیٰ ہمارے سامنے نہ ہوتے جن سے قرآن و حدیث بھرا ہوا ہے اور جن پر عشاق و محبین ہمیشہ اپنا سر دھنتے رہے، عارفین ان کے ترانے گاتے رہے ذاکرین ان کی تسبیح میں مشغول رہے اور ان کا کلمہ پڑھتے رہے اور اہل معرفت و حقیقت زندگی بھر اس سمندر کے تہ نشین موتی چنتے رہے، تو یہ دین ایک چوبی یا آہنی نظام اور قانون کی طرح ہو جاتا ہے جس کی دلوں میں کوئی جگہ نہ ہوتی، یہ نہ ان میں کوئی جذبہ اور گرمجوشی پیدا کر سکتا، نہ ان کے دلوں کو گرم اور آنکھوں کو نم کرنے کی صلاحیت رکھتا، نہ ان سے دعا میں انابت و رقت کی کیفیت پیدا ہوتی، نہ دل میں سرفروشی کا جوش، نہ سر میں اس کا سودا، اس کے بغیر خدا اور بندہ کا تعلق ایک مردہ اور محدود تعلق ہے جس میں نہ کوئی زندگی ہے نہ روح، نہ لچک، نہ وسعت، زندگی ایک ایسی خشک، سخت اور بے جان چیز ہے جو لذت آرزو متاع شوق اور جنون و شوریدگی کی دولت سے بالکل تہی دامن اور محروم ہے۔

اگر انسانیت سے یہ دولت چھین لی جائے تو زندگی اور موت اور انسان اور جمادات میں آخر کیا فرق باقی رہ جائے گا؟

اس ساغر کی کیا قیمت جو کبھی چھلک نہ پائے

دل کی اس آنچ کو کچھ کم کرنے اور روح کی پیاس بجھانے کے لیے ایک مسلمان کو اس کی ضرورت تھی کہ اس کے دل کا ساغر اور نگاہوں کا پیمانہ چھلک چھلک جائے۔ اس جام کی کیا قیمت جو بھرے لیکن چھلک نہ پائے، یہی نہیں اس کو اس کی بھی ضرورت تھی کہ یہ جام چھلک کر بہنے لگے اور دوری و مہجوری کی آگ میں جلے ہوئے دل کو سیراب کر دے، وہ جام کیا جام ہے جو بھر کر چھلک تو جائے لیکن چھلک کر بہہ نہ پائے؟؟

حج بیت اللہ جذبۂ عشق کی تسکین کے لیے ہے

امام غزالیؒ نے اپنی نادرۂ روزگار ذہانت اور شریعت کے گہرے مطالعہ سے اس نکتہ کو خوب سمجھا تھا کہ محبت و شوق ایک زندہ اور سلیم الطبع انسان کی حقیقی ضرورت ہے، وہ اس کی تسکین کے لیے ہمیشہ طلب و جستجو میں رہتا ہے، بیت اللہ اور اس کے ساتھ جتنے شعائر اللہ اور حج کے مناسک و مقامات ہیں وہ اس کی اس سچی اور حقیقی ضرورت کو اچھی طرح پورا کر سکتے ہیں، اور ان سے اس کو پوری تسکین اور تسلی حاصل ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاهِیْمَ مَکَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِکْ بِیْ شَیْئًا وَّطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝ لِیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَکُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ ۝ ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ۝ (سورۂ حج ۲۶ تا ۲۹)

اور (وہ وقت یاد دلائیے) جب ہم نے ابراہیمؑ کو بیت اللہ کی جگہ بتا دی (اور حکم دیا) کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ اور میرے گھر کو پاک رکھنا۔ طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے۔ اور

[1] شیخ الاسلام ابن تیمیہ مراد ہیں [2] جہاں نفی ہے کہ خدا ایسا نہیں ہے ایسا نہیں ہے وہاں لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ پر اکتفا کیا گیا ہے، لیکن جہاں اثبات ہے کہ خدا ایسا ہے ایسا ہے، وہاں بڑی تفصیل اور تکرار و اعادہ سے کام لیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو سورۂ حشر کا آخری رکوع۔

لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔ لوگ تمہارے پاس پیدل بھی آئیں گے۔ اور دبلی اونٹنیوں پر بھی جو دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی تاکہ اپنے فوائد کے لیے آموجود ہوں اور تاکہ ایام معلوم میں اللہ کا نام لیں۔ ان چوپایوں پر جو اللہ نے ان کو عطا کئے ہیں۔ بس تم بھی اس میں سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ پھر لوگوں کو چاہیئے کہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنے واجبات کو پورا کریں اور چاہیئے کہ (اس) قدیم گھر کا طواف کریں۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں،

"اگر اللہ تعالیٰ سے لقا کا شوق ہے تو مسلمان اس کے وسائل و اسباب اختیار کرنے پر لامحالہ مجبور ہوگا، عاشق اور محب ہر اس چیز کا مشتاق ہوتا ہے جس کی اضافت اور اس کے محبوب کی طرف ہو، کعبہ کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف ہے اس لیے مسلمان کو قدرتی طور پر اس کا سب سے زیادہ مشتاق ہونا چاہیئے، علاوہ اس اجر و ثواب کی طلب و احتیاج کے جس کا وعدہ بھی اس سے کیا گیا ہے (احیاء العلوم ج ۱ ص ۲۴)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بھی اسی نکتہ کو حج کی بنیادی حکمت بتاتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں۔

"کبھی کبھی انسان کو اپنے رب کی طرف غایت درجہ اشتیاق ہوتا ہے اور محبت جوش مارتی ہے اور وہ اس شوق کی تسکین کے لیے اپنے چاروں طرف نظر دوڑاتا ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سامان صرف حج ہے۔" (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۵۹)

یہ ہو سکتا تھا کہ وہ اس شوق و محبت اور ان جذبات و کیفیات کی تسکین ان نمازوں کے ذریعہ کر لیتا ہے جو وہ دن میں کئی بار پڑھتا ہے وہ نماز میں اپنے پیمانۂ دل کو چھلکنے دیتا اور محبت و عشق کی اس تپش و بے قراری اور دل سوزی پر اپنے آنسوؤں کے کچھ چھینٹے ڈال لیتا، لیکن اشک کے یہ چند قطرے تھوڑی دیر کے لیے اس کے دل کو گرم اور آنکھوں کو نم ضرور کر سکتے ہیں۔ اس کی تشنگی کو دور نہیں کر سکتے۔ ان میں محبت کی اس تیز آنچ کو کم کرنے کی طاقت نہیں جو بعض وقت اس کے سینہ میں بھٹی کی طرح سلگتی ہے اور اس کو کسی پہلو چین نہیں لینے دیتی۔

مادیت کے قفس زریں سے کائنات کی بیکراں وسعتوں میں

اسی طرح اس کو روح کی پیاس بجھانے، سوزش دل کو آرام پہونچانے، نفس کی سرکشی کو لگام لگانے اور اپنی مرغوبات و عادات کی "وثنیت" کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے میں رمضان سے بھی مدد مل سکتی تھی، اس لیے کہ اس وقت خلوئے معدہ اور احتیاط و پرہیز کی وجہ سے اس کی روح کو غذا ملتی ہے اور صفائی قلب نصیب ہوتی ہے، لیکن یہ بھی چند گنی چنی گھڑیاں ہیں جو اکثر ایسی چیزوں سے گھری رہتی ہیں جن سے روزہ کا اثر برابر کمزور ہوتا رہتا ہے۔ اس کے چاروں طرف نفیس و مرغن کھانوں، انواع و اقسام کے ذائقوں، اور راحت طلبی اور شکم پری کا ایسا ماحول بن جاتا ہے جو اس کو یکسو نہیں ہونے دیتا۔ اس کا معاشرہ (جو انکار و بغاوت اور غفلت و معصیت کا علمبردار بن چکا ہے) چاروں طرف سے اس کو اس طرح گھیرے میں رکھتا ہے جس طرح کوئی چھوٹا سا جزیرہ متلاطم و غضبناک سمندر میں گھرا ہوا ہو،

ان تمام باتوں کی وجہ سے اس کو ایک ایسی جرأت مندانہ بلکہ رندانہ و قلندرانہ جست کی ضرورت تھی جو اس کے طوق و سلاسل کو پاش پاش کر کے رکھ دے اور اس کو ایک ہی چھلانگ میں اپنے قدیم، تنگ و تاریک، اور شکستہ و بوسیدہ قید خانہ سے آزاد کر دے اور اس قدیم و فرسودہ پابند و اسیر، پابہ زنجیر، مصنوعی اور مشینی، مادی، اور حسابی دنیا سے نکل کر ایک بالکل نو دریافت آزاد و بے کراں اور وسیع و لامحدود عالم میں پہنچا دے جہاں محبت کی فرماں روائی اور شوق کی حکمرانی ہے، یہاں پہونچ کر وہ ہر قسم کی غلامی سے آزاد اور ہر نوع کی وثنیت و بت پرستی سے پاک ہو جاتا ہے رنگ و نسل اور ملک و وطن کی مصنوعی حد بندیاں اور رقبہ کی پیمائشیں اس کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، وہ وحدت الوہیت، وحدت رزاقیت، وحدت انسانیت، وحدت عقیدہ وحدت دعوت اور وحدت مقصد کا قائل ہوتا ہے اور اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ ایک آواز ہو کر خدا کی حمد کا ترانہ گاتا ہے اور یہ نعرہ لگاتا ہے۔

لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔

اے میرے اللہ میں حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔ ساری تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لیے زیبا ہیں، اور حکومت و بادشاہت بھی تیرا ہی حق ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔

مسلمان کو ان نمازوں کے بعد بھی جن کو وہ روزانہ پابندی کے ساتھ پڑھتا ہے، اس رمضان کے بعد بھی جس میں وہ ہر سال روزے رکھتا ہے۔ اور اس زکوٰۃ کے بعد بھی جو مالک نصاب ہونے اور سال گزرنے پر وہ ادا کرتا ہے، ایک

ایسی فصل یا ایسے موسم کی ضرورت تھی جس کو ہم عشق و محبت کی فصل اور جنون و شوریدگی کا موسم بہار کہہ سکتے ہیں، اور اہل جنوں اور اہل دنا کی قبلہ گاہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

عقل و مادیت کے پرستاروں کے خلاف نعرۂ بغاوت

اس کو کبھی کبھی اپنی سنجیدہ و متین اور جامد عقل کے خلاف بغاوت کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں اس لیے کہ جو زندگی بغاوت اور انقلاب کے بغیر گزر جائے وہ کیا زندگی ہے، اس کو اس کی ضرورت ہے کہ عادات و اطوار، پسند و ناپسند خود ساختہ قوانین، مصنوعی تہذیب، ظاہری تکلفات، رسمی وضعداریوں اور اس سخت و بے رحم سماج کے بندھے ٹکے نظام اور فرضی بندھنوں کو توڑ کر آزاد ہو جائے، زمام کار اس عقل سے لے کر جو عرصہ سے اس پر قابض ہے تھوڑی دیر کے لیے جذبۂ دل اور رہوار شوق کے حوالہ کر دے کبھی اس طرح بادیہ پیمائی و صحرا نوردی کرے جس طرح عشاق و محبین اپنے محبوب کے لیے کرتے ہیں کبھی اس شوریدگی و آشفتہ سری کا مظاہرہ کرے جو اہل جنوں و اہل وفا کا شعار رہے، اس لیے کہ جس کو سوسائٹی، سماج اور رسم و رواج نے اپنا غلام بنا لیا ہو۔ اس کو آزاد کون کہہ سکتا ہے؟ جو اپنی عادات و خواہشات اور مرغوبات کا اسیر ہو۔ اس کو موحد کیسے کہا جا سکتا ہے؟ اسی طرح اس شخص کو مطیع و فرمانبردار اور وفا شعار کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اور جو ہمیشہ اپنی عقل پر اعتماد کرتا ہو اور جب تک اپنی محدود اور مخلوق عقل کے پیمانہ سے کسی چیز کو ناپ نہ لے اور اس کو محسوس اور مادی فوائد اس کے علم میں نہ آجائیں۔ اس میں کسی کام کا ولولہ اور اطاعت کا جذبہ ہی نہ پیدا ہوتا ہو، یہ حج اپنی مخصوص شکل کے ساتھ عقل اور مادیت کے پرستاروں اور نظم و ڈسپلن کے اسیروں کے خود ساختہ قوانین اور زندگی کے اس "روٹین" کے بالکل منافی ہے جس کے وہ دلدادہ ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے اندر ایمان بالغیب اور حکم کو محض حکم سمجھ کر بے چون و چرا بجالانے کا جذبہ اور ملکہ پیدا ہو، اور اس عقل کو تھوڑی دیر کے لیے اپنے اس منصب سے ہٹا دیا جائے جو ہر چیز کو منطق و فلسفہ، بحث و مناظرہ اور دلیل و حجت کے پیمانہ سے ناپتی ہے اور ہر وقت اور ہر جگہ منطق و استدلال سے کام لیتی ہے۔

امام غزالیؒ نے حج کی حقیقت اور روح کو (جس کو ایمان بالغیب اور مطلق امتثال امر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے) بڑے عجیب اور بلیغ انداز میں بیان کیا ہے۔ اور اپنے موئے قلم سے اس کی دلکش اور دل آویز تصویر کھینچ دی ہے انھوں نے دین کے اس اہم رکن کے قلب و جگر میں اتر کر اس کی بہت اچھی تشریح کی ہے اور اس کے مغز اور جوہر کو ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے جو بہت سے قدیم و جدید اہل نظر کی نظر سے رہ گیا تھا۔

وہ لکھتے ہیں :-

"اس (بیت اللہ کی) وضع اور شکل ایک شاہی دربار یا شاہی ایوان کی طرح ہے جہاں پر عشاق و اہل فراق ہمہ دشوار گزار اور دور دراز مقام سے افتاں و خیزاں، آشفتہ سر اور پراگندہ مو ہو کر پہنچتے ہیں۔ رب البیت کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے، اپنی حقارت کا احساس لیے ہوئے اس کی عزت و جلال کے سامنے اپنے کو فراموش کیے ہوئے اس علم و اعتراف کے ساتھ کہ وہ اس سے پاک اور بلند و برتر ہے کہ کوئی گھر اور چہار دیواری اس کو گھیر سکے۔ یا کوئی شہر اس کا احاطہ کر سکے تاکہ ان کی عبودیت و رقت اپنی انتہا کو پہنچ جائے اور اطاعت و انقیاد اور تسلیم و رضا میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔

اسی لیے ان کو ایسے اعمال اور نقل و حرکت کا پابند کیا گیا ہے جن سے نہ نفس انسانی کا کوئی لگاؤ ہے نہ عقل کی وہاں تک رسائی ہے، مثلاً رمی جمار (شیطان کو ایک خاص جگہ پر پہونچ کر پتھر مارنا) صفا و مروہ کے درمیان بار بار دوڑنا۔ اس قسم کے اعمال کمال عبودیت اور غایت درجہ فنائیت کو ظاہر کرتے ہیں زکوٰۃ ایک قسم کی رحم دلی و غمخواری ہے۔ اس کا مفہوم بھی آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ اور عقل بھی اس کو قبول کرتی ہے۔ روزہ نفس کشی اور ان خواہشات بشری کی سرکوبی کے لیے ہے جن کو شیطان اپنی مقصد براری کے لیے استعمال کرتا ہے اور اس میں دوسرے مشاغل کم کر کے عبادت میں انہماک و اشتغال کا پہلو واضح ہے۔ نماز میں رکوع و سجود اور ان افعال اور حرکات کے ذریعہ جن سے تواضع کی روح پیدا ہوتی ہے، خدا کے سامنے اس کی کبریائی اور اپنے عجز کا اظہار ہے اور اس سے دلوں کو خاص لگاؤ محسوس ہوتا ہے، لیکن رمی جمار اور سعی اور اس طرح کے دوسرے اعمال ایسے ہیں جن سے دل کو کوئی حظ

اور سرور حاصل نہیں ہوتا، طبیعت بشری بھی ان کی طرف مائل نہیں ہوتی اور عقل بھی ان کے معنی و مفہوم سے قاصر رہتی ہے، چنانچہ یہ عمل یا اقدام صرف اطاعت ہی کے جذبہ سے کیا جاتا ہے، یہ سمجھ کر کہ یہ خدا کا ایک حکم ہے جو ہر صورت واجب الاتباع ہے اس سے مقصود عقل کو اس کے اختیارات سے محروم کر دینا۔ اور نفس و طبیعت کو ان چیزوں سے دور رکھنا ہے جن سے اس کو لگاؤ اور انس پیدا ہو سکتا ہو، اس لیے کہ جب کوئی چیز عقل سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے تو طبیعت اس کی طرف خود بخود چلنے لگتی ہے اور طبیعت کا یہ رجحان خود اس عمل کا باعث اور محرک بن جاتا ہے۔ اور اس میں کمال عبدیت اور مجرد اطاعت کی شان باقی نہیں رہتی، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر خصوصیت سے یہ الفاظ کہے،

لبیک لحجۃ حقا — لبیک حج برسچے دل کے
تعبداً ورقا — ساتھ غلامی اور عبدیت کے جذبہ کے ساتھ۔

حج کے علاوہ یہ الفاظ آپ نے کسی اور عبادت حتیٰ کہ نماز کے لیے بھی استعمال نہیں فرمائے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت نے مخلوق کی نجات کا دارومدار اس پر رکھا ہے کہ ان کے اعمال اطاعت و انقیاد اور تسلیم و عبودیت کے طریقہ اور سنت پر ہوں، اس لیے وہ اعمال و عبادات (جن کے اسرار و معانی عقل انسانی کی دسترس سے باہر ہیں) تزکیہ نفوس اور رجحان و طبیعت، اخلاق و فضائل سے ہٹا کر عبودیت کاملہ سے روشناس کرنے میں زیادہ مؤثر ہیں اس بات کی تہ تک پہونچ جانے کے بعد یہ بات ہماری سمجھ میں خوب آجائے گی کہ ان افعال اور حرکات و سکنات پر تعجب دراصل ان عبادتوں کے مخصوص اسرار و مقاصد کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے، اور حج کی اصل بنیاد اور حقیقت سمجھنے کے لیے انشاء اللہ اتنا ہی کافی ہے (احیاء العلوم جلد ۱ ص ۲۴۰)

رمی جمار کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کا مدار ہی اطاعت محض اور مجرد امتثال امر پر ہے۔

لکھتے ہیں :-

"اس سے مقصود مجرد امتثال امر ہے تاکہ مکمل عبودیت کا مظاہرہ ہو سکے عقل اور نفس کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ مزید برآں اس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبہ ہے، اس لیے کہ ابلیس ملعون اسی جگہ ان کے حج میں شبہ پیدا کرنے یا کسی معصیت میں مبتلا کرنے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ اس کو کنکریاں مارو تاکہ وہ ان کے پاس سے دفع ہو جائے اور اس کو ان سے کوئی توقع ہی باقی نہ رہ جائے۔ اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ ان کے سامنے شیطان حقیقت میں آگیا تھا، اس لیے انھوں نے اس کو مارا، میرے سامنے تو شیطان نہیں ہے کہ میں ماروں تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ یہ خیال بھی شیطان ہی کا پیدا کردہ ہے اور وہی ہے جس نے یہ خیال تمہارے دل میں ڈالا ہے تاکہ شیطان کو ذلیل و خوار کرنے کا جو عزم اور ارادہ تمہارے اندر تھا وہ کمزور پڑ جائے۔

تم کو جاننا چاہیے کہ ظاہر میں تم جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارتے ہو۔ لیکن حقیقت میں وہ کنکریاں شیطان کے منہ پر پڑتی ہیں۔ اور اس کی کمر توڑ دیتی ہیں اس لیے کہ اس کی تذلیل و توہین سب سے زیادہ اس تعمیل حکم سے ہوتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اطاعت محض کے جذبہ کے ساتھ ہو، نفس یا عقل کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو" (احیاء العلوم جلد ۱ ص ۲۴۳)

قربانی کے سلسلے میں کہتے ہیں :-

"جاننا چاہیئے کہ یہ امتثال امر (یعنی قربانی) تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے چنانچہ یہ حکم بھی فوراً بجالانا چاہیئے۔ اور یہ امید اللہ تعالیٰ کی ذات سے رکھنی چاہیئے کہ اس کے ایک ایک جز کے بدلے میں تمہارا ایک ایک جز آگ سے محفوظ رکھے گا۔ حدیث میں اسی طرح آیا ہے، قربانی جتنی بڑی ہوگی اور اس کے اجزا جتنے زیادہ ہوں گے۔ آگ سے فدیئے بھی اسی قدر زیادہ ہو سکیں گے۔"
(احیاء العلوم جلد ۱ ص ۲۴۳)

حاجی حکم کا بندہ ہے اور اشاروں کا غلام ہے

حج اپنے سارے ارکان و اعمال اور مناسک و عبادات کے ساتھ اطاعت محض، مجرد امتثال امر بے چون و چرا حکم بجالانے اور ہر مطالبہ کے آگے سر جھکا دینے کا نام ہے۔ حاجی کبھی مکہ میں نظر آتا ہے

حمد

اشرف عباسی

خالقِ کون و مکاں اے عرشِ اعظم کے مکیں
تیرا ادنیٰ سا اشارہ دیکھ کر گردش میں ہیں
فکر محتاجِ تجسس، عقل حیراں، ہوش گم
تیرے پرتو سے ہر اک ذرہ جمالِ بے مثال
تو جہاں بھی ہے وہاں انوار ہی انوار ہے
میں تو بندہ ہوں بہر صورت مرے پروردگار
کس لیے بھٹکیں نگاہیں کس لیے بہکے خیال
ہم دیں تک دیکھ سکتے ہیں جہاں تک ہے نظر

حاضر و غائب ہر اک شئے ہے ترے زیرِ نگیں
مہر عالم تاب، نجم و کہکشاں ماہ مبیں
کون پہنچے تیری لامحدود رفعت کے قریں
تیرے عکسِ ذات سے انساں کا دل خُلد بریں
شام کا دامن ہوا آغوشِ صبحِ دلنشیں
تیرے منکر بھی جھکاتے ہیں ترے در پر جبیں
مجھ کو حاصل ہے تری رحمت سے معراجِ یقیں
تم سے کوئی شے مگر روپوش دنیا کی نہیں

آج پھر ہوں منفعل گوتا ہیوں پر اے آخر
آج پھر قائم کروں گا ربطِ چشم و آستیں

کمی منیٰ میں، کبھی عرفات میں، کبھی مزدلفہ میں، کبھی ٹھہرتا ہے، کبھی سفر کرتا ہے، کبھی خیمہ گاڑتا ہے، کبھی اکھاڑتا ہے۔ وہ حکم کا بندہ اور چشم و ابرو کا پابند ہے، اس کا خود نہ کوئی ارادہ ہوتا ہے نہ فیصلہ۔ نہ انتخاب کی آزادی، وہ منیٰ میں اطمینان سے سانس بھی لینے نہیں پاتا کہ اس کو عرفات جانے کا حکم ملتا ہے، لیکن مزدلفہ میں رکنے کی اجازت نہیں ہوتی، عرفات پہنچ کر وہ دن بھر دعا و عبادت میں مشغول رہتا ہے، غروبِ آفتاب کے بعد اس کو اس کا تقاضا ہوتا ہے کہ ذرا سستائے اور رات کو یہیں رہ جائے۔ لیکن اس کے بجائے اس کو مزدلفہ جانے کا حکم ملتا ہے، وہ زندگی بھر نماز کا پابند رہا تھا لیکن عرفہ میں اس کو اس کا حکم ہوتا ہے کہ مغرب کی نماز ترک کر دے اس لیے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔ نماز یا اپنی عادت کا بندہ نہیں، وہ یہ نماز مزدلفہ پہنچنے کے بعد عشا کے ساتھ ملا کر پڑھتا ہے، مزدلفہ میں اس کا خوب جی لگتا ہے اور سوچتا ہے کہ یہاں جی بھر کر ٹھہرے مگر اس بات کی اجازت بھی اس کو نہیں ملتی اور اس کو منیٰ کی طرف رُخ کرنے کا حکم ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سب انبیاء کرام اور ان کے بعد تمام عشاق و اہل محبت اہل دل، اور اہل طلب کی زندگی کا طرز یہی تھا، کبھی سفر، کبھی قیام، کبھی وصل کبھی ہجر، نہ عادت کی غلامی نہ ذوق کی اسیری، نہ خواہش کی تابعداری، نہ شہوت کے آگے سپر اندازی۔

رحمتِ خداوندی کو متوجہ کرنے میں زمان و مکان کا حصہ

اس کے لیے سب سے موزوں اور مناسب جگہ یہی تھی جہاں اہل محبت کے پیشوا، مخلصین کے امام اور اپنے زمانہ میں اللہ کے سب سے زیادہ محب اور محبوب اور مقرب بندہ نے اخلاص و محبت، وفاداری و جاں نثاری اور ایثار و قربانی کی ایسی دلآویز اور حیرت انگیز کہانی پیش کی جو پاکیزہ محبت، بے غرض وفاداری اور صدق و اخلاص کی تاریخ میں سب سے زیادہ تابناک اور فریب ہے ان کے بعد جتنے انبیاء کرام، موحد و مخلص اور عاشق صادق پیدا ہوئے وہ سب اپنے اپنے دور میں انہی کے نقشِ قدم پر چلتے رہے ان کی ایک ایک ادا کی نقل کرتے رہے اور صدق و وفا کی وہی کہانی دہراتے رہے، انھوں نے اسی طرح بیت اللہ کا طواف کیا۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، عرفات میں ٹھہرے، مزدلفہ میں رات گذاری، جمرات میں کنکریاں ماریں اور منیٰ میں قربانی کی۔

اس طرح زمان و مکان میں کہانی کی ان فصلوں میں جو برابر دہرائی جاتی رہی ہیں، ان اعمال میں جن میں ان کی تقلید جاری ہے۔ محبت کے ان جاں نواز اور روح پرور جھونکوں میں جن سے حجاج از سرِ نو تازگی حاصل کرتے ہیں۔ اس ذوق و شوق میں جس میں وہ ہمہ وقت ڈوبے رہتے ہیں امت کے ان مختلف طبقوں اور جماعتوں کی محبت میں جن کی رفاقت ان کو میسر آتی ہے اس دینی اور روحانی اجتماع میں جس کی نظیر روئے زمین پر کہیں نہیں ملتی اور ذکر و دعا، تلبیہ و استغفار کے دلآویز زمزموں میں جو ہر وقت اس فضا میں گونجتے رہتے ہیں اور دل میں بس جاتے ہیں، وہ چیز اب بھی موجود ہے جو مردہ دلوں کو حیاتِ نو بخشتی ہے، پست ہمتوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، مضمحل و افسردہ نفوس کو نئی زندگی عطا کرتی ہے اور عشق کی دبی ہوئی چنگاری کو پھر سے بھڑکا دیتی اور چھیڑ دیتی ہے، جو بجھنے کے قریب تھی یا بجھ چکی تھی، رحمتِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے اور اس میں جوش پیدا کرتی ہے۔

مسلمانوں کے اس عظیم الشان اجتماع اور اہلِ ایمان کی دعاؤں میں رحمتِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی جو خاصیت ہے اور اس کی بدولت سخت سے سخت دل والوں کو زندگی و حرکت اور ذوق و شوق کی جو کیفیت حاصل ہوتی ہے اس کی طرف بہت سے اہلِ نظر و اہلِ دل علماء اسلام نے بھی متوجہ کیا ہے۔ (ارکان اربعہ)

فتنوں کی برسات اور اس سے بچاؤ

احادیث نبوی کی روشنی میں

مولانا محمد تقی عثمانی صاحب پاکستان

"فتنہ" عربی زبان کا لفظ ہے اور لغت میں اس کے اصل معنیٰ یہ ہیں کہ سونے کو آگ پر تپا کر دیکھا جائے کہ وہ کھرا ہے یا کھوٹا چونکہ اس عمل کا مقصد سونے کی آزمائش ہوتا ہے اس لیے ہر آزمائش کو فتنہ کہدیا جاتا ہے، جب کوئی بدعملی زمانے کا فیشن بن جائے تو وہ بھی ایک فتنہ ہے کیونکہ یہ انسان کی آزمائش کا موقع ہے کہ وہ فیشن کے آگے ہتھیار ڈالتا ہے یا اس کی حقیقی برائی کا ادراک کر کے اپنے آپ کو اس سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب کوئی فکری گمراہی نظر فریب دلیلوں کا ملمع چڑھا کر معاشرے میں پھیلتی ہے تو وہ بھی ایک فتنہ ہے اس لیے کہ اس میں انسان کی بڑی آزمائش ہے کہ آیا وہ ظاہری ملمع سازی سے مرعوب ہو کر حق کو چھوڑ بیٹھتا ہے یا گمراہی کی تہہ تک پہونچ کر اس کا مقابلہ کرتا ہے۔ جب مسلمانوں میں رنگ و نسل کی بنیاد پر باہم خونریزی شروع ہو جائے تو یہ بھی بڑا زبردست فتنہ ہے اس انسان کی آزمائش یہ ہے کہ وہ اپنی نسل اپنی زبان بولنے والوں اور اپنے رشتہ داروں کا ساتھ دے یا حق کو مضبوطی سے تھام کر اپنے صحیح موقف پر ڈٹا رہے جب مسلمانوں کے کسی بھی دو گروہوں میں اختلاف ہو لڑائی بھگڑے کی نوبت آجائے، اور معاملات اتنا پیچیدہ ہو جائے کہ حق و ناحق کا پتہ چلانا دشوار ہو جائے تو یہ سب سے بڑا فتنہ ہے جسے بعض احادیث میں اندھے بہرے فتنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ یہاں انسان کی آزمائش یہ ہے کہ آیا وہ کسی ایک فریق کا ساتھ دیکر خود بھی اس اندھے بہرے فتنے کا حصہ بن جاتا ہے یا اس فتنے کے انسداد کی کوشش کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنے کی ان تمام قسموں کے حالات بہت کھول کھول کر بیان فرمادیئے ہیں اور یہ بھی بتادیا ہے کہ ان حالات میں ایک مسلمان کو کیا کرنا چاہیئے۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس قسم کے فتنوں کی بڑی فکر تھی۔ آپ نے بار بار مسلمانوں کو ان سے خبردار کیا اور یہاں تک ارشاد فرمایا کہ میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں فتنے تمہارے گھروں میں اس طرح آآ کر گریں گے جیسے بارش کے قطرے۔

(صحیح بخاری کتاب الفتن باب)

اور واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف فتنوں کے جو عمومی حالات احادیث میں بیان فرمائے ہیں ان میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ ان کو پڑھنے سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے آپ آج کے ماحول کو واقعی آنکھوں سے دیکھ کر اس کی تصویر کھینچ رہے ہوں۔ آپ نے فتنوں کے بارے میں بتایا ہے کہ:-

زمانہ جلدی جلدی گزرے گا۔ (یعنی بڑے بڑے انقلابات تیزی سے آئیں گے۔

نیک عمل کی کمی ہو جائے گی۔

دین سے ناواقفیت پھیل جائے گی اور دین کا (حقیقی) علم اٹھ جائے گا۔

بخل اور پیسہ کی محبت عام ہوگی۔

قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوگا (بخاری، متن باب) خود قاتل کو معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے۔ نہ مقتول کو پتہ ہوگا۔ کہ اسے کیوں قتل کیا گیا۔ (صحیح مسلم حدیث ۸-۲۹)

شراب کو شربت کہکر حلال کہا جائے گا۔

سود کو تجارت کہکر حلال کہا جائے گا۔ رشوت کو ہدیہ کہکر حلال کہا جائے گا۔ زکوٰۃ کو تجارت بنا لیا جائے گا۔ (کنز العمال ۱۴-۲۲۶)

اولاد (کی خواہش کے بجائے اس) سے کراہت ہوگی اور بارش سے ٹھنڈک کے بجائے گرمی کی سی تکلیف ہوگی۔ اور بدکاری سیلاب کی طرح پھیل جائے گی۔

جھوٹے کو سچا کہا جائے گا اور سچے کو جھوٹا۔

خائن کو امانت دار اور امانت دار کو خائن بتایا جائے گا۔

غیروں سے رشتہ جوڑا جائے گا۔ اور اپنوں سے توڑا جائے گا۔

ہر قبیلے اور گروہ کی سربراہی اس کے منافقوں کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور بازار کی سربراہی اس کے بدکاروں کے ہاتھ میں ہوگی۔

جو شخص صحیح معنیٰ میں مومن ہوگا۔ وہ معاشرے میں چھوٹی چھوٹی گروہی زیادہ بے وقعت سمجھا جائے گا۔

مسجدیں کی محرابیں زرکاری سے مزین ہوں گی لیکن دل ویران ہوں گے۔

مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے جنسی خواہش پوری کریں گی۔

مسجدوں کے احاطے بڑے بڑے اور منبر

اونچے اونچے ہوں گے۔

دنیا کے ویران علاقے آباد ہو جائیں اور آباد علاقے ویران ہو جائیں گے۔

گانے بجانے کا دور دورہ ہوگا۔ اور شرابیں پی جائیں گی۔

پولیس والوں کی کثرت ہوگی۔

عیب چینی کرنے والوں، چغلی کھانے والوں اور طعنہ دینے والوں کی بہتات ہوگی (کنز العمال ۱۴:۲۴۱)

لوگ نمازوں کو ضائع کریں گے اور امانتیں برباد ہوں گی۔

سود خوری عام ہوگی۔ اور جھوٹ کو حلال قرار دے دیا جائے گا۔

لوگ انسان کی جان کی کوئی وقعت نہ سمجھیں گے۔ اور اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔

دین کو دنیا کے بدلے فروخت کریں گے۔

انصاف کمزور ہو جائے گا۔ اور ظلم کا دور دورہ ہوگا۔

طلاقوں کی کثرت ہوگی اور ناگہانی اموات بڑھ جائیں گی۔

لوگ ایک دوسرے پر جھوٹی تہمتیں لگائیں گے۔

کمینے لوگ سیلاب کی طرح امڈ پڑیں گے اور شریف لوگ سمٹ جائیں گے۔

امیر اور وزیر جھوٹے ہوں گے۔ امانت والے خائن ہوں گے۔ قومی نمائندے ظالم ہوں گے۔ اور قرآن کے قاری بدکار ہوں گے۔

لوگ جانوروں کی کھالوں کا لباس پہنیں گے۔ اور ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار ہوں گے۔

امن کم ہو جائے گا۔

ماں اپنی مالکہ کو جنے گی (یعنی بیٹی ماں کے ساتھ ایسا سلوک کرے گی جیسے مالکہ اپنی کنیز کے ساتھ کرتی ہے۔

جو لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن پھرتے تھے وہ حکومتوں کے سربراہ بن جائیں گے۔

عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ تجارت میں شریک ہوں گی۔

مرد عورتوں کی شباہت اختیار کریں گے اور عورتیں مردوں کی نقالی کریں گی۔

اللہ کے بجائے دوسری چیزوں کی قسمیں کھائی جائیں گی۔

مسلمان بھی بغیر کہے (جھوٹی) گواہی دے گا۔

دین کا علم اللہ کی خوشنودی کے بجائے کسی اور مقصد سے پڑھا جائے گا۔ آخرت کے کاموں سے بھی دنیا مقصود ہوگی۔

انسان اپنے باپ کی نافرمانی کرے گا۔ ماں کے ساتھ سنگدلی کا برتاؤ کرے گا۔ دوست کو نقصان پہنچائے گا اور بیوی کی فرمانبرداری کرے گا۔

ظلم پر فخر کیا جائے گا۔

عدالتی فیصلوں کی خرید و فروخت ہوگی۔

قرآن کو موسیقی سمجھ لیا جائے گا۔

آخر زمانے کے لوگ اپنی امت کے پہلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے (الدر المنثور ۶-۵۲)

قلم (یعنی قلم سے لکھی ہوئی تحریریں) پھیل جائے گا اور حق بات چھپائی جائے گی۔

ایک چھوٹا سا بچہ بوڑھے کو صرف اس کے غریب ہونے کی وجہ سے لتاڑے گا

ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ملاقات کا آغاز ہی اسلام کے بجائے گالی اور لعنت سے کریں گے۔

دین کو الٹ دیا جائے گا یعنی حرام چیزوں کے نام بدل بدل کر انھیں حلال قرار دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ۔ ص ۴۶)

یہودیوں اور نصرانیوں کی پوری نقالی کی جائے گی۔ (ایضاً ص ۴۵۸)

امانتداروں کا فقدان ہوگا۔ یہاں تک کہ یوں کہا جائے گا کہ فلاں مقام پر ایک امانت دار شخص رہتا ہے۔

ایک شخص کی عقلمندی، زندہ دلی اور بہادری کی تعریف کی جائے گی جس سے دل میں ذرہ برابر ایمان نہ ہوگا۔ (بخاری۔ ۲۔ ۱۵۰)

معمولی نااہل آدمی جمہور کے اہم معاملات میں رائے زنی کریں گے۔ (کنز العمال ۱۴۔ ۲۱۶)

چودہ سال پہلے ارشاد فرمائے ہوئے الفاظ آج کس قدر حیرت انگیز طور پر موجودہ حالات کی تصویر کھینچ رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپؐ نے یہ باتیں وحی الٰہی کی روشنی میں بیان فرمائی ہیں اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی آنے والے ان فتنوں کا ذکر فرمایا تو یقیناً یہ بھی بتایا ہوگا کہ ان فتنوں کے درمیان رہنے والوں کو کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے؟ چنانچہ جہاں آپؐ نے ان فتنوں سے خبردار کیا ہے وہاں ایک مسلمان کے لیے وہ راہ عمل بھی بتائی ہے جو ایسے مواقع پر اختیار کرنی چاہیئے۔

بہت سی احادیث جنھیں پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنی دور رس نگاہوں سے ہمارے موجودہ دور کے ماحول کو باقاعدہ دیکھ کر یہ باتیں ارشاد فرما رہے ہیں۔

انہی میں سے ایک حدیث جسے اگر کوئی شخص آج سے پچیس تیس سال پہلے پڑھتا تو اس کا ٹھیک ٹھیک مطلب پوری طرح سمجھ میں نہ آتا۔ لیکن آج اس کی سچائی کو کھلی آنکھوں دیکھا جا سکتا ہے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:۔

جب تم دیکھو کہ مکہ مکرمہ کا پیٹ چیر کر نہروں

جیسی چیزیں بنا دی گئی ہیں اور مکہ کی عمارتیں پہاڑوں کی چوٹیوں کے برابر اونچی ہو گئی ہیں تو سمجھ لو کہ معاملہ تمہارے سر پر آ گیا ہے اس لیے سنبھل کر رہو۔

یہ حدیث صدیوں سے حدیث کی کتابوں میں نقل ہوتی آ رہی ہے لیکن اس کو پڑھنے والے یہ بات پوری طرح سمجھ نہیں سکتے کہ مکہ مکرمہ کا پیٹ چیرنے کا کیا مطلب ہے۔ اور اس کا پیٹ چیر کر نہروں جیسی چیزیں کیسے بنا دی جائیں گی؟ لیکن آج جس شخص کو بھی مکہ مکرمہ کی زیارت کا موقع ملا ہے۔ وہ دیکھ سکتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں واقع کتنے پہاڑوں اور چٹانوں کے پیٹ چیر کر زمین دوز راستے اور سرنگیں بنا دی گئی ہیں۔

آج مکہ مکرمہ شہر میں ان سرنگوں کا کیسا جال بچھا نظر آتا ہے اور اس میں نہروں کی طرح صاف اور شفاف سڑکوں پر کس طرح ٹریفک رواں دواں ہے۔ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ کی عمارتیں نہ صرف پہاڑ کی چوٹیوں کے برابر ہو گئی ہیں بلکہ بعض جگہ ان سے بھی اونچی چلی گئی ہیں۔ آنحضرتؐ نے یہ بات ایک ایسے ماحول میں ارشاد فرمائی تھی جب نہ زمین دوز راستوں کا کوئی تصور تھا نہ یہ سوچا جا سکتا تھا کہ انسان کی بنائی ہوئی عمارتیں پہاڑ کی چوٹیوں کے برابر بلند ہو سکتی ہیں۔ اس ماحول میں اتنے وثوق کے ساتھ یہ ناقابل تصور بات یقیناً وہ سچا پیغمبر ہی کہہ سکتا ہے جس کی قوت بینائی زمان و مکان کی قیود سے ماورا ہوتی ہے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

آنحضرتؐ نے جہاں فتنوں کے زمانوں کے حالات کی پیشگی خبر دی ہے وہاں مختلف قسم کے فتنوں کے برے اثرات سے بچنے کے لیے وہ بنیادی نکات بھی بیان فرما دیئے کہ اگر کوئی شخص ان کی پابندی کرلے تو کم از کم وہ اپنے آپ کو ان بُرے اثرات سے بچا سکتا ہے اور اگر ان پر عمل کرنے والوں کی تعداد رفتہ رفتہ بڑھتی جائے تو یہی نکتے ان فتنوں کا اجتماعی علاج بھی ثابت ہو سکتے ہیں

بعض احادیث سے یہ اشارے ملتے ہیں کہ مسلمانوں میں قتل و غارتگری اور باہمی خونریزی کا فتنہ درحقیقت بدعملی اور گمراہی کے فتنے کا نتیجہ ہوتا ہے یعنی جب مسلمانوں میں وہ بدعملی پھیلتی ہے تو اس کا نتیجہ مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی اور ناانصافی کی صورت میں نکلتا ہے ان کو ان برے اعمال کا ذاتی اثر کہہ لیجئے یا بداعمالیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تادیانہ، لیکن ہوا یہی ہے کہ جب مسلمان اپنے فکر و عمل میں قرآن و سنت کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹتے ہیں تو وہ آپس کی لڑائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی پوری تاریخ اس صورت حال کی گواہی دیتی ہے

جب مسلمانوں میں باہمی خانہ جنگی کا فتنہ کھڑا ہو تو آنحضرتؐ نے سب سے پہلی ہدایت یہ عطا فرمائی۔ کہ اگر مسلمانوں کا کوئی مسلم سربراہ موجود ہو۔ اس کا برحق ہونا واضح ہو۔ اور دوسرا فریق اس کے خلاف واضح بغاوت کر رہا ہو تو تم اس سربراہ کا ساتھ دو اور باغی کے فتنے کو ختم کرنے کی کوشش کرو۔ لیکن اگر کوئی مسلم سربراہ موجود نہ ہو یا اس کا برحق ہونا واضح نہ ہو اور جو فریق آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ طے کرنا مشکل ہو کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر؟ تو ایسی صورت میں تم ہر فریق سے کنارہ کشی اختیار کر کے سب سے الگ تھلگ ہو جاؤ۔ اور کسی فریق کا ساتھ نہ دو (بخاری اور مسلم کی ایک صحیح حدیث کے الفاظ یہ ہیں:۔

"کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو جہنم کے دروازوں کی طرف دعوت دیں گے (یعنی انکی دعوت ایسی گمراہی پر مشتمل ہوگی جو جہنم کی طرف لے جانے والی ہے) جو شخص ان کی دعوت کو قبول کرے گا۔ وہ اسے جہنم میں پھینک دیں گے۔ (حدیث کے راوی کہتے ہیں) میں نے کہا یا رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو میرے لیے آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا مسلمانوں کی اکثریت اور ان کے امام (سربراہ) کے ساتھ وابستہ رہنا میں نے عرض کیا اگر مسلمانوں کی نہ کوئی اکثریتی جماعت ہو نہ امام (یعنی برحق سربراہ) تو پھر میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ پھر ایسے میں ان تمام فرقوں، پارٹیوں، گروہوں سے مکمل علیحدگی اختیار کر لینا"

اس قسم کی صورت حال کو بعض احادیث میں "اندھے بہرے" فتنے سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس میں بھی خاص طور پر جہاں باہمی خونریزی کی بنیاد نسلی و لسانی عصبیت ہو اس کی آنحضرتؐ نے انتہائی سخت الفاظ میں مذمت فرمائی ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

جو عصبیت کی دعوت دے وہ ہم میں سے نہیں، جو عصبیت کی خاطر لڑے وہ ہم میں سے نہیں، عصبیت کی حالت میں مرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد حدیث ۵۱۲۱)

آپ نے اس عصبیت کا صحیح مطلب بھی صاف صاف بیان فرمایا جس کی مذمت فرماتی ہے۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ عصبیت کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا عصبیت یہ ہے کہ تم ناحق کام میں اپنی قوم کی مدد کرو۔

(ابوداؤد حدیث ۵۱۱۹)

ایک مرتبہ ایک مہاجر اور ایک انصاری کے درمیان ہاتھا پائی ہو گئی، مہاجر نے مدد کے لیے

مہاجرین کو پکارا اور انصاری نے انصار کی دہائی دی آنحضرتؐ کو پتہ چلا تو آپ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ زمانۂ جاہلیت جیسے نعرے کیوں لگاتے ہو؟" لوگوں نے جھگڑے کا سبب بتایا کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات ماردی آپ نے فرمایا "ان عصبیت کے نعروں کو چھوڑ دو یہ بدبودار ہیں"۔ (صحیح بخاری حدیث ۴۹۰۵ تفسیر سورۂ المنافقون)

اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ "ہر شخص کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہیے۔ اگر وہ ظالم ہو تو اسے ظلم سے روک کر اور اگر مظلوم ہو تو اس سے ظلم دور کر کے"۔ (فتح الباری ۸ - ۶۴۹)

مطلب یہ کہ جہاں ظلم ہو رہا ہو وہاں ظلم دور کرنے کی کوشش کرو اور اس کے لیے لوگوں کو دعوت دینے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اسے ایک نسل اور گروہ کا نعرہ بنا کر عصبیت کی راہ ہموار کرنا قابل مذمت ہے اور جو ذہنیت اسے عصبیت کا رنگ دیتی ہے وہ بدبودار ذہنیت ہے۔

اس طرح آنحضرتؐ نے واضح فرمادیا کہ ظلم یا انصاف کسی خاص قوم نسل یا گروہ کی خصوصیت نہیں ہوتی، ہر قوم یا نسل میں ظالم بھی ہوتے ہیں۔ مظلوم بھی، منصف مزاج بھی ہوتے ہیں اور ہٹ دھرم بھی۔ برحق بھی ہوتے ہیں اور ناحق بھی۔ آواز ظلم کے خلاف اٹھاؤ کسی خاص قوم یا نسل کے خلاف نہیں، مدد مظلوم کی کرو کسی خاص نسل یا قوم کے نام سے نہیں بلکہ اس کی مظلومیت کے عنوان سے ظالم خواہ اپنی نسل کا ہو اس کے ظلم کی مذمت کر کے ظلم کو روکو اور مظلوم خواہ دوسری نسل کا ہو اس کی مدد کرو لیکن جہاں حق و ناحق اور ظلم و انصاف سے قطع نظر محض رنگ و نسل کی بنیاد پر نعرے لگائے جارہے ہوں۔ عصبیت کا اندھا جھنڈا اٹھالیا گیا ہو اور کسی بھی طرف حق واضح نہ ہو تو وہاں آنحضرتؐ نے صاف صاف ہدایت یہ دی ہے کہ تمام فریقوں سے کنارہ کشی اختیار کرو یعنی نہ صرف یہ کہ کسی فریق کا ساتھ نہ دو۔ بلکہ گوشہ نشینی اختیار کرلو۔ متعدد احادیث میں آپؐ نے یہ ہدایات بڑی تاکید کے ساتھ دی ہیں۔ اور مندرجہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں "اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جاؤ (یعنی بلاضرورت گھر سے ہی نہ نکلو) اپنی کمانیں توڑ دو، تانتیں کاٹ دو اور گھر میں بیٹھ جاؤ۔ اپنی زبان اور ہاتھ دونوں کو سنبھال کر رکھو۔ ایسے فتنے میں بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا۔ کھڑا شخص چلتے ہوئے سے بہتر ہوگا۔ اور چلتا ہوا شخص بھاگتے ہوئے سے بہتر ہوگا۔ جو شخص ایسے فتنہ کو (محض تماشے کے لیے) جھانک کر بھی دیکھنا چاہے گا۔ فتنہ اسے اپک کرلے جائے گا" (جامع الاصول ۱۰-۹ تا ۱۳)

قتل و خانہ جنگی کے اس دور میں (فتنے سے علیحدہ رہ کر عبادت میں مشغول ہوجانے کا ثواب ایسا ہے جیسے کوئی شخص (دارالکفر سے) ہجرت کر کے مجھ سے آملے۔ (صحیح مسلم ۲ - ۴۰۶)

NOTE BOOK
عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہترین سائز۔
حرمین
اردو کاپی
ملنے کا پتہ:
مکتبہ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این در مارگ
امین آباد لکھنؤ۔
مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کرسکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک
فون نمبر: ۲۱۷۹۵۶

TWIN CONSTRUCTIONS
BUILDERS & DEVELOPERS
اعلیٰ تعمیر۔ پرفضا مقام
بہترین جائے وقوع
اعلیٰ معیاری ماحول اور اعلیٰ ذوق کے افراد کے لئے
تین بلڈنگوں پر مشتمل آفسوں اور دوکانوں کے لئے
تشریف لائیں
انٹرنیشنل ایرپورٹ سے قریب جدید طرز اور گلاس لفٹ گیر ایمانٹ اور جدید انداز پر مشتمل ہے۔ تعمیری کام تیزی سے جاری ہے۔
آیئے
اور ٹوئن کنسٹرکشن کمپنی کی پیش کش قبول کیجئے
Regd. Office :
Twin Complex Phase I, Office No. 201, Opp. Marol Fire Brigade.
Marol Maroshi Road, Andheri (E), Bombay - 400 059.
Tel. Fax : 850 1150 - 850 9321 - 850 3227

حج عشق و سرمستی کا موسم بہار

ع نالہ کر لینے دیں للہ نہ چھیڑیں احباب

شمس الحق ندوی

کہتے ہیں کہ قیس عشق لیلیٰ میں ایسا کھویا ہوا اور گم رہتا تھا کہ اس کو کسی اور چیز کا احساس نہیں ہوتا تھا، دیوانوں کی کیفیت تھی لیلیٰ کی بستی کے آنے والے کتے تک سے پیار کرتا تھا کہ یہ لیلیٰ کی گلیوں سے گذر کر آرہا ہے، لیلیٰ کی بستی میں پہونچ جاتا تو در و دیوار کو پکڑ پکڑ کر چومتا وہاں کی ہر شے میں اس کو لیلیٰ ہی نظر آتی، اس کی یہ فریفتگی آج تک ضرب المثل ہے اور منتہائے عشق بنی ہوئی ہے۔

فرہاد نے شیریں کی خاطر پہاڑ کو کاٹ کر اس کے محل میں نہر جاری کرنے کی کوشش کی اسی اثنا میں اس کو کسی نے شیریں کے انتقال کی فرضی خبر سنائی تو اسے تحقیق کی بھی تاب نہ رہی۔ اور اسی کدال سے اپنا سر پھوڑ کر دم توڑ دیا کہ شیریں نہیں تو زندگی میں مزہ کیا..... عشق کے یہ دو ایسے قصے ہیں جو برسہا برس سے زبان زد عام و خاص ہیں کوئی نئی مثال اب تک ان کی جگہ نہیں لیکن اور مادی معشوقوں، مادی عاشقوں کی یہ داستان غم پھلائی نہیں جاتی، جب کوئی دل چوٹ کھاتا ہے تو انھیں سے تشبیہہ دے کر اپنے انتہائی رنج و غم کی نشاندہی کرتا ہے۔ حالانکہ اس سے بہت پہلے سے دنیا یہ دیکھ رہی ہے کہ آب و خاک سے بنی ہوئی ایک عمارت کی طرف جو در معشوق نہیں بلکہ جلوہ گاہ معشوق ہے مخلوق کس طرح ٹوٹی پڑتی ہے۔ محبوب و عزیز ترین چیزوں کو چھوڑ کر حتیٰ کہ مال و اولاد، دار و دیار سب کچھ چھوڑ کر حج کر، پیدل و سواریوں پر، ہواؤں میں اڑ اڑ کر سمندروں کے سینوں کو چیر چیر کر، بڑے والہانہ اور فریفتگی کے عالم میں ایک دو کی نہیں، سو پچاس اور ہزار کی بھی نہیں بلکہ کئی کئی لاکھ کی تعداد میں رواں ہوجاتی ہے، مرد بھی عورتیں بھی، بوڑھے بھی جوان بھی، ادھر بھی غریب بھی شاہ بھی گدا بھی۔ کیسا دیدنی منظر ہوتا ہے، جیسے جیسے وہ دیار حبیب کے قریب ہوتے جاتے ہیں ان کی ایک ایک ادا نرالا اور انوکھا روپ اختیار کرتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ صرف ایک چادر و لنگی میں ملبوس ہوکر محبوب کی بارگاہ میں حاضری کا جو آخری منظر کفن پوشی کا ہوتا ہے وہ منظر پیش کرتے ہیں اور بزبان حال عرض کرتے ہیں۔

ہمارے پاس ہے کیا جو فدا کریں تجھ پر
مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں

اسی حالت میں ستانہ وار لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، کا نعرہ لگاتے ہوئے روتے اور چلاتے ہوئے نالہ و فریاد کرتے ہوئے دربار عالی میں حاضر ہوتے ہیں۔ ع

چشم پرنم دل پریشاں آرزو میں بیقرار

عشق مجسم سراپا تصویر درد بنے ہوئے کوئی ادنیٰ تغافل و چھیڑ چھاڑ بھی بار خاطر ہے، خیال یار میں گم ہیں تڑپ تڑپ اٹھتے ہیں۔ آنسوؤں کے ساتھ چیخیں بھی بے اختیار نکل پڑتی ہیں ؎

نالہ کر لینے دیں للہ نہ چھیڑیں احباب
ضبط کرتا ہوں تو تکلیف سوا ہوتی ہے

محبوب حقیقی مسرور و خوش ہوکر فرشتوں سے فرمارہا ہے۔ میرے گھر کے مشتاقوں کو دیکھو میری طرف بکھرے ہوئے بالوں اور گرد و غبار کی حالت میں آئے ہوئے ہیں"..... ع

جگر میں ٹیس دل میں درد لب پہ آہ نالے ہیں
ہر طرف سے کھینچ کھینچ کر، پہاڑوں کو پھاند کر
سمندروں کو چیر کر، زمین کو سمیٹ کر بلد امین میں آجمع ہوئے ہیں گلی کوچوں میں، سڑکوں بازاروں میں، خیموں میں، محلوں میں بس جہاں دیکھو وہی ہیں، رات ہو کہ دن ہو جب دیکھو اپنے رب کی تجلی گاہ خانہ کعبہ کے گرد چکر لگا رہے ہیں، ہر بندہ ہاتھ میں آگیا تو لپٹ لپٹ کر رو رہے ہیں جیسے اپنے ہاتھ میں آگیا ہو کھینچا تانی تک نوبت آپہونچی ہے چھوٹنے کا جی نہیں چاہتا چلا اٹھتے ہیں ؎

اے نا توان عشق تجھے حسن کی قسم
دامن کو یوں پکڑ کہ چھڑایا نہ جاسکے

کوئی کچھ چھیڑے اور کہے تو مذمت کرتے ہوئے اپنا حال زاریوں بیان کرتے جاتے ہیں ؎

نہ آنکھوں سے لگتی جھڑی آنسوؤں کی
جو غم کی گھٹا دل پہ چھائی نہ ہوتی

یہ سب ہو ہی رہا تھا کہ معشوق ازلی کے چشم ابرو کا اشارہ پاکر اپنی مجنونانہ شان کے ساتھ نکلے اور بھاگے بھاگے مزدلفہ جا پہونچے ابھی دم بھی نہ لینے پائے تھے کہ درد دل نے کسی اور سمت کو ڈھکیلنا اور کھینچنا شروع کیا، عاشق کی سب سے بہترین ادا اور عشق کا مظہر نماز جس کو محبوب سب سے زیادہ پسند کرتا ہے اس کو وہ آج ایک وقت میں دو ملا کر پڑھیں گے ظہر و عصر ساتھ ادا ہوں گی، اور رخت سفر باندھ لیا جائے گا عین سفر کی حالت میں رات کی تاریکی آگھیرے گی

سورج اپنی کرنوں کو سمیٹ کر نمازِ مغرب کا اعلان کر چکا ہوگا مگر نماز کیوں کر ادا کریں جب کہ منزل پر پہونچنے سے قبل کہیں ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے جب رات کی سیاہی پوری طرح چھا چکی ہوگی عشاق کے یہ قافلے اپنی منزل کو پہونچیں گے اور محبوب کی یاد میں کروٹیں بدل بدل کر رات گزاریں گے ؎

ایک جا رہتے نہیں عاشق بدنام کہیں
دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

جس کے دل میں کچھ چوٹ ہو کوئی زخم لگا ہو دیوانگی سے کبھی سابقہ پڑا ہو وہی اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے اور اس کا مزہ لے سکتا ہے۔

ابھی کیا ہو رہا تھا اب کیا ہو رہا ہے بنیا بانہ صفا و مروہ پر دوڑ رہے ہیں، دوڑ کے گئے صفا پر چڑھے پھر بھاگتے ہوئے مروہ پر آگئے ایک دو نہیں سات سات چکر اسی عاشقانہ ادا کے ساتھ لگائے جا رہے ہیں پھر دیکھئے غصہ میں بھرے ہوئے عاشق و معشوق کے درمیان حائل ہونے والے بہکانے اور وسوسہ ڈالنے والے شیطان کو کس طرح کنکریاں مار رہے ہیں، اس کو ذلیل رسوا کر رہے ہیں تیری مجال کہ تو عشق کی بھڑکتی ہوئی آگ کو اپنے مکر و فریب سے بجھا سکے خستگی کا عالم طاری ہے معشوق کا ڈر نہ ہوتا، اس کے ناراض ہونے اور حکم کی خلاف ورزی کا خطرہ نہ ہوتا تو کتنے اپنی جانوں تک کو قربان کر دیتے اس مدہوشی کے عالم میں بھی اتنا ہوش ہے کہ ان کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہو۔

جذبۂ بے تابی کو تسکین کی خاطر اتنی اجازت مل گئی کہ اگر حرم جاں نثاری کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہو تو میرے نام پر جانوروں کی گردنوں پر چھری چلاؤ۔ وہ دیکھئے آن کی آن میں ہزاروں کی تعداد میں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں زمین پر پڑے ہوئے جانور نظر آرہے ہیں۔ خون کی نہریں جاری ہیں، گردنوں پر چھریاں پھیری جا رہی ہیں۔ کب مجنوں و فرہاد نے یہ ادا دیکھی ہوگی کوئی کہہ سکتا ہے کہ چشم فلک نے عشق و محبت کی ایسی ادا کہیں اور دیکھی ہے، تاریخ نے کوئی ایسا واقعہ ریکارڈ کیا ہے۔ میلے اور بھیڑ بھاڑ کے مناظر شاید نظر آجائیں مگر یہ ادائے عاشقانہ کہاں کسی نے دیکھی ہوگی ہاں جو کچھ ہے اور یہ سب کچھ یوں ہی نہیں ہو رہا ہے ضرور جلوہ گر ہے، ہو نہ ہو کسی دلبرانہ کار فرما ہے کرے

گاہے بجلہ می برد گاہے بزور می کشد
عشق کی ابتدا عجب عشق کی انتہا عجب

یہاں سے فارغ ہوں گے اس نبی امی محسن انسانیت کے در دولت پر حاضری دیں گے جس نے عشق کی یہ آگ لگائی ہے بھانت بھانت کے لوگ ہوں گے کالے گورے عربی عجمی سبھی ہوں گے درود و سلام سے فضا گونج اٹھے گی

کوئی عربی کوئی عجمی کوئی حبشی کوئی قرنی
یہ آتش غم کس کس کو لگی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

حبِ رسول کی عطر بیز ہوائیں ان کے مشام جاں کو معطر کر رہی ہیں ؎

بادِ نسیم آج بہت مشک بار ہے
شاید ہوا کے رخ پر کھلی زلفِ یار ہے

جگن ناتھ آزاد کا اظہار تاسف

محترم المقام حضرت مولانا علی میاں صاحب کے مکان پر چھاپے کی خبر اخبارات میں دیکھی بیان نہیں کر سکتا کہ کتنا دکھ ہوا عجیب ایڈمنسٹریشن ہے کہ اپنے ملک کی برگزیدہ شخصیتوں کے بارے میں نہیں کچھ بھی معلوم نہیں، نہایت ہی افسوس کا مقام ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ شروع میں جواہر لعل نہرو اور ابوالکلام آزاد کے وقت میں حکومت ہند تو کسی حد تک کام کی حکومت تھی۔ اس کے بعد چاہے کانگریس کے ہاتھ میں حکومت آئی یا جنتا دل کے ہاتھ میں یا بی جے پی کے ہاتھ میں، بڑی حد تک ایک ہی طرح کے نتائج برآمد ہوئے یعنی "چراغ تلے گل بگڑی غائب" نہ جانے اس ملک کا انجام کیا ہوگا۔ خداوند کریم ہی ہم پر رحم کرے!

نیازمند
جگن ناتھ آزاد
۲۴ دسمبر ۱۹۹۸ء

سنبھل ایک بزرگ اور مصلح خاتون سے محروم

رمضان المبارک کے تیسرے جمعہ کو ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۹۹ء کی درمیانی شب (عشۂ رحمت میں) ایک برگزیدہ خاتون، جن سے خواتینِ سنبھل کی بڑی اصلاح ہوتی، رحمت خداوندی سے ہم آغوش ہوگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

موصوفہ عابدہ زاہدہ اور جید حافظ قرآن و عالمہ تھیں مرحومہ کے حسن تربیت سے ان کی تمام اولاد ۲ لڑکے اور سات لڑکیاں۔ بھی حافظ و عالم بنیں مرحومہ کے شوہر مولانا حبیب احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم دین اور سنبھل کے مفتی اعظم تھے (جن کا چند ماہ قبل ہی انتقال ہوا دین کا ذکر تعمیر حیات میں آچکا ہے) قارئین کرام سے مرحومہ کے واسطے دعائے رحمت و مغفرت و رفع مرتبت کی درخواست ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر اور اپنا پتہ
صاف اور خوش خط تحریر فرمائیں (ادارہ)

لین دین میں حقوق کی ادائیگی کا خیال

● مولانا عاشق علی بلند شہری (مقیم حال مدینہ منورہ)

قرض بری بلا ہے، اکابر کا یہ مقولہ تو مشہور ہی ہے کہ القرض مقراض المحبة یعنی قرض محبت کی قینچی ہے، لفظ قرض کا لغوی معنی ہی کاٹنے کا ہے، بہت سے لوگوں کو قرض لینے کی عادت ہوتی ہے، ضرورت بلا ضرورت قرض لیتے رہتے ہیں اور جب بہت سے قرضے چڑھ جاتے ہیں تو ڈھیٹ ہو جاتے ہیں۔ اور ہر ایسے آدمی کی تاک میں رہتے ہیں جس سے قرض مل سکتا ہو، جہاں کہیں نئے آدمی سے میل جول ہوا بس اُسے داغ دیا۔ اب وہ بیچارہ آگے پیچھے پھرتا ہے۔ ادائیگی کا نام نہیں، جب قرض لیا تھا تو دوسرا منھ تھا، عاجزی کے ساتھ مانگ رہے تھے بھیگی بلی بنے ہوئے تھے۔ اب جب قرض دینے والا مانگنے کو آتا ہے تو اس کی صورت دیکھنا بھی گوارہ نہیں ہوتا۔ اس کو دیکھا اور بخار چڑھ گیا۔ اور بعض تو بڑی بے باکی سے کہہ دیتے ہیں کہ میں نہیں دیتا جو چاہے کر لے۔

قرض بہت ہی مجبوری میں لیا جائے اور جیسے ہی انتظام ہو جائے فوراً ادا کر دے، پیسوں کی آمد پر ادائیگی منحصر نہ رکھے، گھر کی چیزیں بیچ کر محنت مزدوری کر کے جس طرح ممکن ہو جلد سے جلد قرضہ ادا کرے اور قرض خواہ کے تقاضہ سے پہلے خود جا کر ادا کر دے۔

قرض کی ادائیگی کا انتظام ہوتے ہوئے ادا نہ کرنا اس کو حدیث میں "مطل" فرمایا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ یعنی جس کے پاس ادائیگی کا انتظام ہو اس کا ٹال مٹول کرنا قرضہ ادا نہ کرنا یہ ظلم کی بات ہے۔ جس شخص نے نیکی کی، تمہاری ضرورت کے وقت کام آیا۔ اور اُدھار دیدیا۔ اس کو یہ سزا دے رہے ہیں کہ تقاضوں کے لیے بار بار آئے واپس چلا جائے اور انتظام ہوتے ہوئے نہ دیا جائے، شرعاً اور عقلاً ظلم کی بات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ (رواہ مسلم) یعنی قرض کے علاوہ شہید کا ہر گناہ بخش دیا جاتا ہے۔

دیکھو شہادت کتنی بڑی نیکی ہے، جان تک دے دی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا، لیکن حقوق العباد پھر بھی معاف نہیں، جس کسی کا کوئی کچھ اپنے اوپر واجب ہو، خواہ قرض لیا ہو خواہ اور کسی سبب سے کسی کا کوئی حق واجب ہو گیا ہو جلد سے جلد ادا کر دے، اپنی عبادتوں نماز روزہ اور ذکر و اذکار کی مشغولیت سے دھوکہ نہ کھائے، بعض سمجھتے ہیں کہ ہم نے زیادہ عبادت کر لی ہے، حقداروں کے حقوق اس میں سے دے دیں گے، یہ بڑی بے وقوفی کی بات ہے دنیا میں ذرا سی حقیر دنیاوی اور اس کے بدلہ میں نماز روزے دیکر خود دوزخ میں چلے گئے، یہ کیا سمجھداری ہے؟ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ دو پیسے کے عوض سات سو مقبول نمازیں دینی ہوں گی، مزید فرمایا کہ میں نے مولوی نصیر الدین سے کہدیا ہے (یہ حضرت شیخ کے کتب خانہ کے منیجر تھے) کہ لین دین میں حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھو میری تو سات سو نمازیں مقبول نہیں ہیں اب تو اپنے بارے میں سوچ لے تیری کتنی مقبول ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم تو مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس روپیہ نہ ہو اور مال نہ ہو، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ میری امت کا حقیقی مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے روز نماز، روزہ، اور زکوٰۃ لے کر آئے گا یعنی اس نے نمازیں بھی پڑھی ہوں گی، روزے بھی رکھے ہوں گے۔ زکوٰۃ بھی ادا کی ہوں گی۔ اور ان سب کے باوجود میدان حشر میں اس حال میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی، اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی۔ اور کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا۔ اور کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا۔ اور کسی کو مارا ہوگا، اور چونکہ قیامت کا دن فیصلہ کا دن ہوگا اس لیے اس شخص کا فیصلہ اس طرح کیا جائے گا جس جس کو اس نے ستایا ہوگا اور جس جس کی حق تلفی کی تھی سب کو اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔ کچھ اس کی نیکیاں اس حقدار کو دی جائیں گی اور کچھ دوسرے حقداروں کو دی جائیں گی، پھر اگر پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو اس کے سر حقداروں کے گناہ ڈال دیئے جائیں گے، پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم) بقیہ صـ ۲۵ پر

بچوں کا گوشہ

بچوں کا بگاڑ اور ان کی اصلاح

سراج الدین ندوی ایم اے

آپ کے صحن میں ایک پودا اگ آیا۔ آپ نے اس پودے کے اوپر کوئی وزنی چیز رکھ دی اب کچھ عرصہ بعد آپ وہ وزنی چیز اٹھائیں گے تو دیکھیں گے کہ وہ پودا ٹیڑھا ہو گیا ہے۔ اب یہ پودا جوں جوں بڑھتا جائے گا اس کا ٹیڑھا پن اور زیادہ نمایاں ہوتا جائے گا۔ پیڑ بڑا ہونے کے بعد اب سیدھا نہ ہو سکے گا۔ البتہ اگر آپ ابھی سے اس پودے کو سیدھا کرنے کی کوشش کریں تو آپ کو بڑی حد تک کامیابی مل سکتی ہے۔ یہی وہ صورت حال ہے جو بچہ کے ساتھ پیش آتی ہے۔ اگر بچہ کے فطری و جبلی تقاضوں کو پورا نہ کیا جائے تو اس میں کجروی پیدا ہونا ضروری بات ہے۔ اور اس کجروی کو یہ کہہ کر نظر انداز کر دینا تو بہت ہی بڑا ظلم ہے کہ جب بچہ بڑا ہو گا اور اپنے اچھے برے کو سمجھنے لگے گا تو اس عادت سے باز آ جائے گا۔ یہ انداز فکر بچہ کے مستقبل کے لیے بڑا خطرناک ہے کم سنی کے عالم میں بچہ کی تربیت کی اہمیت اور افادیت کا بھرپور خیال ہی بچہ کو شائستہ و سلیقہ مند بنا سکتا ہے۔

بچہ ایک سادہ کاغذ کی مانند ہوتا ہے جس پر گھر اور گرد و پیش کا ماحول جو کچھ نقش کرتا ہے وہ نقش ہو جاتا ہے اور یہ نقوش بہت نمایاں اور پائیدار ہوتے ہیں۔ اسلئے کوشش یہ ہونا چاہیئے کہ بچہ کے ذہن و دماغ میں کوئی غلط بات نہ بیٹھ سکے۔ اور اس کی عملی زندگی میں کوئی کجروی پیدا نہ ہو سکے۔ اگر آپ اپنے بچہ میں کسی بگاڑ کو دیکھیں تو اول فرصت میں اس کے سبب کا سراغ لگا کر ازالہ کی فکر کریں ورنہ پھر بچہ کا سدھرنا مشکل ہو جائے گا۔ ذیل میں ہم بگاڑ کے اہم اسباب اور ان کے تدارک پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

والدین یا گھر کے افراد کی باہمی رنجش بچہ کے بگاڑ کا ایک بڑا محرک ہوتی ہے۔ جب بچہ اپنے ماں باپ کو یا قریبی افراد کو لڑتے جھگڑتے دیکھتا ہے۔ روزانہ ان کی تو تو میں میں سنتا ہے تو وہ مختلف ذہنی و اخلاقی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ ازدواجی تعلقات استوار نہ ہوں یا گھر کے افراد کے مابین باہمی تعلقات خوشگوار نہ ہوں تو بچہ کا بگڑ جانا یقینی ہے ایسی صورت حال میں گھر کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی پر توجہ دینا چاہیئے اور عجز و انکسار سے کام لے کر گھر کے ماحول کو اور خوشگوار بنائے رکھنا چاہیئے۔

بچوں کے بگاڑ کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ بچہ کے سامنے غلط نمونہ پیش کیا جائے۔ جب بچہ اپنے بڑے کو کوئی غلط کام کرتے دیکھتا ہے تو اسے وہ کام کرنے میں کوئی باک نہیں ہوتا۔ بچہ اپنے ماں باپ، بھائی، بہن اور استاد وغیرہ کی باتوں کو شعوری و غیر شعوری طور پر اختیار کر لیتا ہے۔ اس لیے بچہ کے سامنے اپنی عملی زندگی سے کوئی غلط نمونہ پیش نہ کیجئے۔ اپنی زندگی میں دوغلا پن اور بے عملی کو کوئی جگہ نہ دیجئے۔ اور بچہ کو ایسے ماحول سے بچائے رکھیئے۔ جہاں بچہ کے سامنے کسی بڑے کا غلط نمونہ سامنے آ سکتا ہے۔

بری صحبت بچہ کو یقینی طور پر بگاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ حساس اور شریف الطبع والدین کے بچے بھی بری صحبت میں بگڑ جاتے ہیں۔ اپنے بچوں کے لیے اچھے ہمجولیوں کا انتخاب کیجئے اور انھیں صالح ماحول میں پروان پڑھنے کا موقع دیجئے۔ بری صحبت سے بچانے کے لیے بچوں کو تنہائی و گوشہ نشینی کی زندگی گذارنے پر آمادہ نہ کیجئے۔ تنہائی و گوشہ نشینی کی زندگی بھی بچہ کو بہت سے اخلاقی و ذہنی امراض میں مبتلا کر سکتی ہے۔ متوازن شخصیت کی تعمیر کے لیے اچھے ہمجولیوں کی صحبت بھی ضروری ہے۔

بچہ جوں جوں بڑا ہوتا ہے اس کے جسمانی قویٰ میں نشوونما کی رفتار بھی بڑھنے لگتی ہے اسی رفتار کے تناسب سے بچہ کو صحت پرور مشاغل اور دلچسپ مصروفیات درکار ہوتی ہیں۔ اگر بچہ کو اس عمر میں صحت پرور مشاغل مہیا نہ کئے جائیں اور ماحول کو دلچسپ مصروفیات کیلئے سازگار نہ بنایا جائے تو بیکاری کی وجہ سے بچہ کے بگڑنے کا پورا احتمال موجود رہتا ہے اس لیے اپنے بچہ کو عمر اور صلاحیت کے مطابق دلچسپ اور تعمیری مشاغل میں مصروف ہو کر بہت سی بری عادتوں سے دور رکھنا پڑتا ہے، تاکہ اس میں بہت سی خوبیاں پروان چڑھتی رہیں

بچہ میں خود تجربہ کرنے کا داعیہ فطری طور پر موجود ہوتا ہے۔ اس تجرباتی دور میں بچہ سے

اگر کوئی نقصان ہو جائے تو اس پر برافروختہ نہ ہوں بلکہ بچہ کی شخصیت کی تعمیر کے لیے اس نقصان کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیجئے مثلاً آج ہی آپ ٹیپ ریکارڈ لے کر آئے۔ کئی بار اس کو آپ نے آن اور آف کیا۔ کئی بار آواز آہستہ اور بلند کی پھر آپ گھر سے باہر چلے گئے ٹیپ آپ کی میز پر رکھا ہے کمرہ میں صرف آپ کا ٹیپ ہے اور "متا" ہے متا بھی اس کو آپ کی طرح آن کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ سوچ ادھر ادھر گھماتا ہے۔ الٹے سیدھے بٹن دبانے سے ٹیپ میں کچھ خرابی ہو جاتی ہے۔ اسی دوران آپ کمرہ میں داخل ہوتے ہیں ٹیپ ہاتھ میں لے کر آن کرنا چاہتے ہیں مگر ٹیپ سے کوئی آواز نہیں آ رہی ہے۔ آپ "متے" پر برس پڑتے ہیں خوف سے اس پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے غور کیجئے یہاں پر آپ نے بچہ کی تجرباتی صلاحیت کا خون کیا ہے۔ اب بچہ کوئی نیا تجربہ کرنے سے گریز کرے گا جس کے نتیجہ میں اس کے اندر نکمے پن پیدا ہو جائیگا بچہ بہ برافروختہ ہوتے وقت آپ یہ بھول گئے کہ آپ بھی تجربہ کرتے وقت بہت سے نقصانات کر بیٹھتے ہیں۔ اس لیے بچہ کے جائز تجربہ و تجسس سے چشم پوشی کیجئے۔ البتہ اگر آپ یہ دیکھیں یا محسوس کریں کہ بچہ کسی ناروا بات کا تجربہ نادانی کی وجہ سے بگاڑ کا سبب بن سکتا ہے۔

اگر بچہ کے جبلی تقاضوں کی تکمیل نہ کی جائے اور فطری خواہشات کو جائز طور پر پورا نہ کیا جائے تو اس کا قوی اندیشہ رہتا ہے کہ بچہ غلط طریقہ سے اپنی فطری خواہشات کو پورا کرے لہٰذا آپ بچہ کے فطری تقاضوں کی تکمیل کا بھرپور اہتمام کریں۔ البتہ غیر معمولی لاڈ پیار سے بچہ کو بگڑنے نہ دیجئے زیادہ لاڈ پیار بھی بچہ کو بگاڑ دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں توازن و اعتدال کی بڑی سخت ضرورت ہے ذرا سی بے اعتدالی بھی بچہ کو بگاڑ سکتی ہے۔

بعض بچے ماں باپ کی جائز محبت و شفقت سے بھی محروم رہ جاتے ہیں اور یہ محرومی ان کے اندر بہت سی ذہنی و اخلاقی بیماریوں کا موجب بن جاتی ہے۔ بچہ اپنے ماں باپ سے بجا طور پر محبت و ناز برداری کی توقع رکھتا ہے اور جب اس کی توقع پوری نہیں ہو پاتی تو اس میں جھنجھلاہٹ اور ہیجانی کیفیت کا پیدا ہو جانا فطری بات ہے۔ ایسی صورت حال میں اپنے بچہ سے غیر مشروط محبت کیجئے، وہ آپ کی محبت کا بھوکا ہے۔ اپنی عملی زندگی سے اسے اپنے پیار و محبت کا یقین دلائیے۔ یہ پیار و محبت بہت سی خرابیوں کا کامیاب ترین علاج ہے۔

اگر بچہ آپ کے رویہ یا کسی جسمانی کمزوری کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار ہو کر بگڑنے لگا ہے تو فوراً اپنے رویہ کی اصلاح کیجئے، کسی بات پر چڑچڑانا، بات بات پر ٹوکنا، تحقیر و تذلیل کا رویہ اختیار کرنا بچہ کے اندر احساس کمتری کو پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ احساس کمتری بہت سے نقائص کا پیش خیمہ بنتے جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت کا موجودہ نظام بچوں کے بگاڑ کا اہم سبب بنا ہوا ہے نصابی کتب میں اخلاقی مواد کی کمی اور بے مقصد مواد کی بہتات، تعلیم گاہوں کا ماحول، اساتذہ و طلباء کے باہمی تعلقات کی ناخوشگواری وغیرہ جیسے اسباب سے موجودہ درسگاہیں بگاڑ کا اڈہ بن گئی ہیں۔ اس لیے ملک کے تعلیمی نظام کی اصلاح کرنے کی ضرورت ہے لہٰذا اپنے بچوں کے لیے ایسی درسگاہوں کا انتخاب کریں جہاں مذکورہ خامیاں نسبتاً کم ہوں۔ ● ● ● ●

بقیہ: لین دین میں حقوق

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کر رکھا ہو کہ اس کی بے آبروئی کی ہو، یا کوئی اور حق تلفی کی ہو تو آج ہی (اس دنیا میں اس کا حق ادا کر کے یا معافی مانگ کر) اس سے پہلے معاف کرائے جہاں نہ دینار ہوگا نہ درہم، پھر فرمایا کہ اگر اس کے کچھ عمل اچھے ہوں گے تو بقدر ظلم اس سے لے لیے جائیں گے۔ (جو اصحاب حقوق کو دے دیئے جائیں گے) اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس ظالم کے سر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ صرف پیسہ کوڑی دبا لینا ہی ظلم نہیں ہے بلکہ گالی دینا، غیبت کرنا، تہمت لگانا، بے جا مارنا بے آبروئی کرنا بھی ظلم اور حق تلفی ہے بہت سے لوگ اپنے بارے میں سمجھتے ہیں کہ ہم دیندار ہیں مگر ان باتوں سے ذرا نہیں بچتے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اپنے حقوق تو بہ استغفار سے معاف فرما دیتا ہے۔ لیکن بندوں کے حقوق اس وقت معاف ہوں گے جب ان کو ادا کرے یا صاحب حق سے معاف کرالے۔

دعائے مغفرت

● مدرسہ فیض العلوم رام نگر بارہ بنکی کے مہتمم مولانا کمال صاحب علی آبادی کا ۹ فروری ۱۹۹۹ء کو اچانک انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سوال و جواب

مطیع الرحمٰن عوف ندوی

س:۔ ایک صاحب کو بطور قرض کچھ روپے دیئے، اس رقم کو سال گذر گیا اور زکوٰۃ واجب ہوگئی، لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرض لینے والا اب وہ رقم واپس نہیں کر پائے گا کیوں کہ اس کے حالات دن بدن خراب ہوتے جارہے ہیں، ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا کی جائے گی یا نہیں؟

ج:۔ جس قرض کے ملنے کی امید بالکل نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

س:۔ ایک عالم صاحب سے دریافت کیا کہ ٹریکٹر پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں، کیونکہ اس میں تقریباً چھ سات لاکھ روپیہ لگا ہے۔ تو انھوں نے بتایا کہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی جب کہ ایک دوسرے عالم کا کہنا ہے کہ اس پر زکوٰۃ نہیں ہے، صحیح کیا ہے؟

ج:۔ ٹریکٹر ایک مشین ہے اور کاشتکاری کا ذریعہ ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی لیکن اس سے کمائی گئی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

س:۔ ایک شخص نے عدالت میں جھوٹی قسم کھا کر گواہی دی، اب اس کو ندامت ہے اور اپنی جھوٹی قسم کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہے اس کے لئے اس کو کیا کرنا ہوگا۔

ج:۔ جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے اس کے لئے کفارہ نہیں، صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرنا ہے، اور آئندہ گناہ کبیرہ و صغیرہ سے بچے۔

س:۔ اگر قرآن مجید کسی کے ہاتھ سے گر جائے تو کہتے ہیں کہ وہ اس کے وزن کے برابر غلہ خیرات کرے، کیا اس کے وزن کے برابر غلہ خیرات کرنا ضروری ہے۔

ج:۔ غلہ خیرات کرنا ضروری نہیں ہے، اپنی کوتاہی پر توبہ و استغفار کرے، صدقہ خیرات کرے تو بہتر ہے۔

س:۔ مؤذن کو روزہ کھولنے کے بعد اذان کہنی چاہئے یا یہ کہ وہ پہلے اذان کہے اس کے بعد روزہ کھولے؟

ج:۔ مؤذن روزہ افطار کرنے کے بعد اذان کہے۔

س:۔ بعض لوگ افطار کرنے میں بڑی جلدی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ افطار میں جلدی کرو، ایک صاحب نے ایک بار ہمارے ساتھ افطار کیا اور اتنی جلدی کی کہ ان کے افطار کرنے کے تقریباً پانچ منٹ بعد افطار کا سائرن ہوا اور اذانیں شروع ہوئیں، ایسا لگ رہا تھا کہ انھوں نے کچھ جلدی قبل از وقت روزہ کھول لیا ہے، ایسے شخص کو کیا کرنا ہوگا؟

ج:۔ روزہ کھولنے میں بے احتیاطی کرنا اور جلد بازی کرنا درست نہیں ہے، بلکہ وقت ہونے پر ہی روزہ کھولنا چاہئے، اگر کسی نے غلطی سے غروب سے قبل روزہ کھول لیا تو اس کی قضا واجب ہوگی، کفارہ نہ ہوگا۔

س:۔ کئی سال کے روزے قضا ہیں، کچھ بھی یاد نہیں کہ کتنے روزے چھوٹ گئے ہیں اب نادم ہوں اور روزے پورے کرنا چاہتا ہوں، کیا کروں؟

ج:۔ اگر یاد نہ ہو کہ رمضان کے کتنے روزے قضا ہوئے ہیں تو اس طرح نیت کرے کہ سب سے پہلے رمضان کا پہلا روزہ میرے ذمہ ہے اس کی قضا کرتا ہوں، اور اسی طرح اندازے سے روزے پورے کرے، کچھ زیادہ ہی کا احتیاطاً اندازہ کرے۔

دعائے مغفرت

دار العلوم ندوۃ العلماء سے قدیمی تعلق رکھنے والے جناب الحاج غلام رسول صاحب راج نگر جوگیشوری ممبئی کی اہلیہ طویل علالت کے بعد فوری کے پہلے ہفتہ میں انتقال فرما گئیں۔ اس خاندان کا دار العلوم سے بہت ابتدائی عہد سے بڑا مخلصانہ تعلق رہا ہے خود مرحومہ کے چار بچے دار العلوم ندوۃ العلماء میں پڑھ چکے ہیں، وہ دو سال سے صاحب فراش تھیں، مرحومہ چونکہ خود دیندار تھیں اس لئے اپنی اولاد کی تربیت بھی ایسی ہی کی تھی جو انشاء اللہ ان کے لئے صدقۂ جاریہ ہوگی۔ ادارہ پسماندگان کو تعزیت پیش کرنے کے ساتھ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہے۔

● الحاج قاضی مولانا مرزا عتیق الرحمٰن صاحب بیگ رکن انتظامی ندوۃ العلماء کا ۸ فروری ۹۹ء کو انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے۔ ادارہ تعمیر حیات مرحوم کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتا ہے۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مطالعے کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

عبد المتین منیری۔

کتاب: اثر التشیع علی الروایات التاریخیۃ فی القرن الاول الہجری

مؤلف: ڈاکٹر عبد العزیز محمد نور ولی

ص: ۴۷۹

ناشر: دار الخضیری للنشر والتوزیع۔ مدینہ منورہ

موجودہ صدی کے آغاز میں علامہ شبلیؒ نے برصغیر میں اسلامی تاریخ کی تدوین جدید کا آغاز کیا تھا، مقدمہ میں اس بات کا اظہار کیا کہ تاریخ اسلام کے نام سے مسلمانوں کے پاس جو سرمایہ موجود ہے یہ چنداں قابل فخر نہیں کیونکہ ان میں واقعات و حوادث کا اندراج حسب اندازے ہوا ہے ان میں تحقیق کے اصولوں سے تساہل برتا گیا ہے لہٰذا آپ نے تاریخ کے بجائے حدیث کو سیرت میں بنیادی اہمیت دی۔ علامہ شبلیؒ کی اس تحریک کو بعد کے سلسلہ مورخین نے عرصہ تک سرد خانہ میں رکھا لیکن گذشتہ دو تین دہائیوں سے یہ سلسلہ تاریخ اسلام سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے زیادہ اہمیت اختیار کر گیا ہے کہ تاریخ کے نام سے جو کتابیں منظر عام پر آئی ہیں زیادہ تر یہ تاریخ کے بجائے داستان کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور ان میں رطب و یابس کی اتنی بہتات ہے کہ عام قاری صحیح اور غلط میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ اس سلسلے میں پہلی صدی ہجری جو کہ خیر القرون میں سے ہے اور اس دور کے مسلمان صحابہ و تابعین امت کے لئے نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں، ان سے متعلق تاریخ کی رائج کتابوں میں جو واقعات ملتے ہیں ان بابرکت شخصیات کے بارے میں کوئی اچھا تاثر نہیں چھوڑتے۔ بات صرف اتنی سی نہیں ہے بلکہ ان کے درست ملنے پر ان بزرگ شخصیات کے بارے میں دل میلا ہونے لگتا ہے جن کے جنتی ہونے کی بشارت خود قرآن نے ان کی زندگی ہی میں دی تھی عام قاری انھیں پڑھنے کے بعد محسوس کرنے لگتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے خدانخواستہ ان میں کوئی نمایاں تبدیلی پیدا نہیں کی۔ ان میں بھی وہی اخلاقی و اجتماعی خرابیاں پائی جاتی تھیں جو آج کے دور میں پائی جاتی ہیں۔

بہ صورت حال قریب قریب ان یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح ہے جنہوں نے اپنی مذہبی کتابوں میں ان معصوم انبیاء کی زندگیوں کو داغدار بنا دیا، اور انہیں اسوۂ حسنہ بننے نہیں دیا۔ اس صورت حال نے مسلمانوں کے اس طبقہ میں بھی پیدا کر دی جن کے دل قرآن اول کے مسلمانوں کی محبت و احترام سے مالا مال ہیں، اور جو ان کی زندگیوں میں اپنے لئے نمونہ تلاش کرتے ہیں۔ اس کا خدباتی رد عمل پیدا ہوا۔ جس میں افراط و تفریط کا پہلو غالب آگیا۔ اور اعتدال کا دامن ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔ اور سلسلہ کا علمی و تحقیقی پہلو پس پردہ چلا گیا۔ اردو میں اس موضوع پر جو کام ہوا ہے الا ماشاء اللہ عمومی طور پر ان میں یہی رنگ غالب ہے۔

گذشتہ چند سالوں میں عرب دنیا سے اس سلسلے کا معیاری کام سامنے آیا ہے، جس میں ان تاریخی روایات کو علم رجال کے تحقیقی اصولوں کی کسوٹی پر پرکھا گیا ہے۔

شامی عالم ڈاکٹر نور الدین عتر کی مقبول کتاب منہج النقد میں علم حدیث و تاریخ کے اصولوں کو شانہ بشانہ لے چلنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ لیکن اس سلسلے کا اہم کام وہ تحقیقی مقالے ہیں جو ڈاکٹریٹ اور ایم فل کے طلبہ نے مشہور عراقی محقق ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری وغیرہم کی زیر سرپرستی مدینہ یونیورسٹی اور بعض دیگر یونیورسٹیوں میں تیار کئے۔ ان کے چند اہم مؤلفین اور مقالات یہ ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر سعدی الہاشمی۔ الرواۃ الذین تأثروا بابن سبا۔ ۲۔ صالح بن عبد اللہ۔ حرکۃ عبد الرحمن بن الاشعث الکندی فی العراق۔ ۳۔ عبد المجید العبقہی۔ خلافۃ علی بن ابی طالبؓ۔ ۴۔ ڈاکٹر محمد المحزون۔ تحقیق مواقف الصحابہ۔ ۵۔ ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ عصر الخلافۃ الراشدۃ۔ ۶۔ حمد محمد العریان۔ اباحۃ المدینۃ و حریق الکعبۃ۔ ۷۔ خالد بن محمد عبد اللہ القیث۔ مرویات سیف بن عمر فی تاریخ الطبری۔ ۸۔ عبد العزیز بن سلیمان المقبل۔ خلافۃ ابی بکر الصدیق من خلال کتب السنۃ و التاریخ۔ ۹۔ عبد العزیز محمد البیتی۔ ابن اعثم الکوفی و منہجہ و موارد عن خلافۃ ابی بکر الصدیق۔ ۱۰۔ محمد عبد اللہ الخیان۔ فتنۃ مقتل عثمان بن عفان۔ ۱۱۔ محمد عبد الہادی الشیفا۔ مواقف المعارضۃ من خلافۃ یزید بن معاویہؓ۔ ۱۲۔ محمد بن علی الحواجی۔ خلافۃ عثمان بن عفانؓ۔ ۱۳۔ ناصر بن علی الشیخ۔ عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ فی الصحابۃ الکرام۔ ۱۴۔ یحیی بن ابراہیم الیحیی۔ مرویات ابی مخنف فی تاریخ الطبری۔

ان کتابوں اور مقالات میں جن پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں۔ (الف) علم حدیث و رجال کے اصولوں پر ثابت شدہ روایات کو مرتب کیا جائے (ب) قرن اول کے کسی ایک مشہور و مختلف فیہ واقعہ کو تحقیق کا موضوع بنایا جائے۔ اور اس سے متعلق جملہ روایات کو یکجا کر کے ان کا بے لاگ محاکمہ کیا جائے۔ (ج) تاریخی روایات کے کسی مشہور و مختلف فیہ راوی کی جملہ روایات کو یکجا کر کے ان کا موازنہ ثقہ راویوں کی روایات سے کیا جائے۔ اور تحقیق کی کسوٹی پر انھیں پرکھا جائے۔

زیر تبصرہ کتاب بھی اسی سنہرے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ بنیادی طور پر یہ ایک تحقیقی مقالہ ہے جو ایک ہندی نژاد سعودی طالب علم ڈاکٹر عبدالعزیز نوردلی نے مدینہ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے کے لئے ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری اور ڈاکٹر سعدی الہاشمی کی زیر سرپرستی تیار کیا۔ اس مقالہ کا موضوع قرن اول کے واقعات سے متعلق تاریخی روایات میں شیعی اثر کو اجاگر کرنا اور خواہ مخواہ جن شخصیات پر تشیع کا الزام رکھا گیا ہے ان کی حقیقت واضح کرنا ہے۔

کتاب دیباچہ پانچ ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔

دیباچہ میں شیعیت کی ابتداء اور ان کے بنیادی عقائد کو بیان کیا گیا۔

پہلا باب:۔ ان غالی شیعہ راویوں اور اخباریوں کے تذکرہ پر مشتمل ہے جنہوں نے تاریخی روایات کو گڑھا اور ان میں حسب منشاء تبدیلیاں کیں۔

دوسرا باب:۔ ان راویوں اور اخباریوں سے متعلق ہے جن پر خواہ مخواہ شیعہ ہونے کی تہمت لگائی گئی۔ اس باب کی تیسری فصل میں ان اخباریوں اور مؤرخین کا تذکرہ ہے جو اہل سنت تھے لیکن ان پر شیعیت کا جھوٹا الزام لگایا گیا۔

تیسرا باب:۔ شیعہ مؤرخین کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

چوتھا باب:۔ عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں پیش آنے والے واقعات سے متعلق روایات میں شیعی اثرات کی تشریح پر مشتمل ہے۔ ان میں سے اہم ترین واقعات یہ ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت، غدیر خم، سقیفہ اور بیعت حضرت ابوبکرؓ، حضرت اسامہؓ کی فوج کی روانگی، ارتداد، حضرت عثمانؓ کا بحیثیت خلیفہ انتخاب، شہادت حضرت عثمانؓ، بیعت حضرت علیؓ، واقعہ جمل، جنگ صفین اور ثالثی کا واقعہ، جنگ نہروان۔

پانچواں باب:۔ خلافت امویہ میں پیش آنے والے واقعات کی روایات میں شیعی اثر کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان میں سے اہم واقعات یہ ہیں۔

خلافت حضرت معاویہؓ و یزید، حضرت حسنؓ کی وفات، حضرت حجر بن عدی کا قتل، واقعہ کربلا و شہادت حسینؓ، واقعہ حرۃ اور محاصرہ مکہ، کعبہ پر منجنیق سے حملہ، مرج رھط، توابین، مختار ثقفی، حضرت مصعب بن زبیرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالرحمن بن اشعث کی بغاوتیں وغیرہ۔

اختتام ـــ میں کتاب میں ہوئی بحثوں کا خلاصہ بیان ہوا ہے۔

اردو زبان میں جذباتی اور مناظراتی لٹریچر کی کوئی کمی نہیں ہے، عربی سے اردو میں تراجم بھی خوب آرہے ہیں۔ لیکن تحقیقی اسلوب دینے والی کتابیں شاذ و نادر ہی ترجمہ ہو کر آتی ہیں۔ کاش تحقیقی کتابوں کی طرف بھی ہمارے مترجمین کی نگاہیں جائیں۔ تاکہ ہماری سوچ کا معیار بلند ہو۔

یہ کتاب تاریخ کے میدان میں قابل ذکر خدمت ہے۔

● ● ●

اعلان

ندوۃ العلماء میں اردو اور عربی سے انگریزی میں ترجمہ کرنے والے حضرات کے تعاون کی ضرورت ہے جس کے لئے مناسب اکرامیہ بھی دیا جائے گا۔

اس کار خیر میں جو حضرات مدد کر سکیں وہ برائے مہربانی مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں، تاکہ ان سے یہ تعاون لیا جا سکے۔

اڈیٹر تعمیر حیات
ندوۃ العلماء لکھنؤ

تمام ماڈلوں میں دستیاب: mita Canon
Photocopy Machines
* High speed machine for large volume of work
* Zoom facility * Low copy cost
:- رابطہ قائم کریں :-
آر یو خان "فاسٹ پرنٹ شاپ" ۳ ودھان سبھا مارگ حضرت گنج لکھنؤ (یوپی)
فون: ۰۵۲۲-۲۲۰۳۷۳ Ph. 0522-220373
فیکس: ۰۵۲۲-۲۳۸۵۰۶ Fax : 0522-238506

بقیہ درس حدیث

"یہ باتیں مجھ کو اس نبی امیؐ نے بتائی ہیں جن کا یہ حال ہے کہ جن بھلی اور اچھی باتوں کا بھی حکم فرماتے ہیں پہلے خود اس پر عمل فرماتے ہیں، اور جن بری باتوں سے روکتے ہیں پہلے خود اس کو چھوڑ دیتے ہیں وہ دشمن پر غالب آتے ہیں غرور کا مظاہرہ نہیں کرتے اور اگر مغلوب ہو جاتے ہیں تو دشمن کو برا بھلا نہیں کہتے، وہ عہد کو پورا کرتے ہیں وعدہ کو وفا کرتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبیؐ ہیں۔"

امام شاطبیؒ نے اپنی کتاب "الاعتصام" میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن کریم تھا اس لئے آپ نے اپنے آپ کو وحی آسمانی کے تابع بنا لیا، حتیٰ کہ علم و عمل ہر چیز میں زندگی کو اسی کے مطابق ڈھال لیا، جو کہتے وحی کے مطابق کہتے، اسی کے تابع ہوتے، وحی کے مطابق ممنوع کاموں سے رک جاتے۔

آپ کی یہ خصوصیت آپ کے سچے نبی ہونے کے دلائل میں سے سب سے بڑی دلیل تھی، کہ جو حکم لے کر آئے اس پر عمل کیا اور جن چیزوں سے رکنے کا حکم لے کر آئے ان باتوں سے خود رکے، جو نصیحت فرماتے اس کو پہلے خود اپناتے، جن چیزوں سے ڈراتے ان سے خود ڈرتے، لوگوں کو رحمت خداوندی کی امید دلاتے آپؐ خود امید کا پیکر تھے، سب کا خلاصہ یہ کہ آپؐ پر جو شریعت نازل ہوئی اپنے کو اس کے تابع بنا لیا، اسی کو صراط مستقیم پر چلنے کا رہبر بنا لیا، جس پر پوری زندگی عمل پیرا رہے۔ اسی لئے صحیح معنوں میں خدا کی عبدیت حقیقی کا مظاہرہ کیا، سب سے بہتر نام عبدیت ہی ہے جس سے بندے پکارے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى"
(سورہ بنی اسرائیل۔۱)

وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک لے گیا۔

مزید فرمایا:

"تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ"
(سورہ فرقان۔۱)

وہ (خدائے عزوجل) بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا۔

ایک اور جگہ فرمایا:

"وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ"
(سورہ بقرہ۔۲۳)

اور اگر تم کو اس کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے (محمد عربیؐ) پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اسی طرح کی ایک سورہ تم بھی بنا لاؤ۔

ان آیات میں آپؐ کے لئے عبد کے لفظ کا استعمال ان آیات سے کتنا مشابہ ہے جن میں خاص طور سے لفظ عبد سے آپؐ کی تعریف فرمائی گئی ہے۔

جب حقیقت یہ ہے کہ آپ شریعت اسلامی کے عملی پیکر تھے اور شریعت پر عمل خود آپ کے لئے ضروری تھا تو دیگر تمام بندوں پر بدرجہ اولیٰ اس پر عمل اور شریعت حقہ کی فرمانروائی ضروری ہے اور آپ عملی زندگی کا وہ روشن مینار ہیں جس سے حق کی روشنی ملتی ہے، اور ان بندوں کا شرف فضیلت اسی کے بقدر ہوگا جس قدر وہ شرعی احکامات پر عمل پیرا ہوں گے عقیدہ و عمل دونوں اعتبار سے اس کو اپنائیں گے، صرف عقلی طور پر مان لینے یا اپنی قوم میں معزز ہونے کی بنیاد پر عبدیت کا شرف و فضل نہ حاصل کر سکیں گے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے شرف کو تقویٰ پر منحصر رکھا ہے نہ کہ مال و منصب یا حسب و نسب پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ" جو شخص حصول شرف کا جتنا اہتمام کرے گا وہ اتنا ہی اس کا زیادہ مستحق ہوگا، اور جو اس میں کوتاہ ہوگا وہ شرف کے اونچے مرتبہ پر نہ پہونچے گا، شرف کا سارا انحصار شریعت پر عمل کرنے پر ہے۔ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ کی تعلیم و تربیت کا یہ نمایاں وصف تھا تو اب اس کے کچھ نمونے بھی پیش کئے جائیں گے اس لئے کہ سب کا احاطہ باعث طوالت ہوگا۔

پتھروں کی دنیا میں ایک مشہور اور معتبر نام
ایشین ماربلس
ہمارے یہاں گرینائٹ، کوٹا اسٹون، دھول پور چپس کے علاوہ ہر قسم کے ماربل ریٹیل اور ہول سیل میں مناسب قیمت پر دستیاب ہیں۔
ایک بار خدمت کا موقع دیں۔
پروپرائٹر: کلیم اللہ اعظمی، محمد ارشد اعظمی
ایشین ماربلس۔ رنگ روڈ۔ کراسنگ خرم نگر لکھنؤ،
فون نمبر 338055

مختصر

عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سعودی حکومت ہجری کلنڈر میں یکسانیت لانے کی کوشش کر رہی ہے اس سلسلہ میں جدہ میں وزارت انصاف کے زیر اہتمام ماہرین کی کمیٹی کا اجلاس ہوا جس کی صدارت شہزادہ نصیف بن عبدالعزیز نے کی، شہزادہ نصیف نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ ہجری کلنڈر پوری ملت اسلامیہ کے لئے بہت ضروری ہے دیگر مقررین نے بھی اس کی اہمیت و افادیت پر زور دیا اس تین روزہ کانفرنس میں جن اہم شخصیتوں نے شرکت کی ان میں فدیر انصاف عبداللہ الشیخ کے علاوہ شیخ عبدالعزیز بن باز اور ڈاکٹر اعزالدین سکریٹری جنرل اسلامی کانفرنس قابل ذکر ہیں کانفرنس میں اردن، تیونس، الجزائر، ترکی، انڈونیشیا، بنگلہ دیش، قطر، مالدیپ، مصر، ناجیریا، کویت، نیشیا، متحدہ عرب امارات، سوڈان، پاکستان، بنگال اور سعودی عرب کے نمائندے شامل تھے۔

● اردن کی ملکہ نور نے اپنے ایک ٹیلی وژن انٹرویو میں کہا کہ انھوں نے مسلمان ہونے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ ان کی زندگی کا سب سے عظیم اور درست فیصلہ تھا یہ فیصلہ نہ صرف ان کے لئے درست تھا بلکہ ان کے خاندان کے لئے بھی بہتر ثابت ہوا، ملکہ نور نے کہا کہ انھوں نے مسلمان ہونے کے بعد بہت کچھ سیکھا انھیں یہ پتہ چلا کہ اسلام نے صدیوں پہلے خواتین کو جو حقوق دیئے تھے مغربی خواتین کو وہ صدیوں بعد بھی نہ لئے دنیا میں لوگ اسلام کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں حقیقت میں خواتین کے بارے میں اسلام کے خیالات انقلابی آزادانہ اور مساویانہ ہیں اسلام نے خواتین کو تعلیم روزمرہ کے امور اور شادی بیاہ کے حقوق کے علاوہ بچوں اور بڑوں کے بنیادی حقوق سے نوازا ہے، اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو سب کے لئے ہے اور سب کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔

● ۱۹۹۸ء کا نوبل انعام ہندوستانی ماہر معاشیات پروفیسر امرتیہ سین کو سویڈن کی راجدھانی اسٹاک ہوم میں دیا گیا یہ دنیا کا سب سے بڑا انعام ہے تقریباً ۹ لاکھ ۶۰ ہزار امریکی ڈالر دیئے جاتے ہیں پروفیسر امرتیہ سین نے کہا کہ وہ وطنیت کا آفاقی تصور رکھتے ہیں اور ہندوستان میں سماجی تہذیبی اور سیاسی کشمکش کے قائل اور فرقہ واریت کے مخالف ہے ہیں اور ہندوتو کو ایک تقسیم کرنے والی سیاسی قوت قرار دیتے ہیں، بابری مسجد کے سانحہ پر ان کا موقف صاف ہے ان کے مطابق ۶ دسمبر کئی زیادتیوں کی داستان ہے اس سے جدید سیاسی اخلاقیات میں رواداری کے اصول کی خلاف ورزی ہوئی ہے اس نے ہندوستان کی صفت باہمی رواداری اور روایتی بقائے باہم کے تصور کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء میں اس واقعہ کی مذمت میں انہوں نے دستخطی مہم چلائی ان کے بقول ہندوستان کو محض ایک ہندو ملک سمجھنا سراسر دھاندلی ہے، اسلام ہندوستان میں اس سے کہیں زیادہ قدیم ہے جتنا عیسائیت یورپ کے بعض حصوں میں ہے۔

تعمیر حیات

اپنی نئی نسلوں کو عالمی حالات سے باخبر رکھنے کیلئے تعمیر حیات کے مطالعہ کی ترغیب دیجئے

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔

فون نمبر ۳۴۴۳۴۵

محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی ——— آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی ایک اہم ضرورت

تکمیل کے لئے اہل خیر حضرات کی توجہ درکار

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں طلبہ کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے جب کہ رہائش کی تنگی کے سبب بہت سے طلباء کو واپس کرنا پڑتا ہے، طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مزید اقامت گاہوں کی ضرورت تو ہے ہی بڑھتے ہوئے عملہ کے لئے اولین فرصت میں کوارٹر بنوانے کی شدید و فوری ضرورت ہے جس کے لئے زمین حاصل کرلی گئی ہے لیکن تعمیر کی ہوئی ہے جو اہل خیر حضرات کی توجہ کی منتظر ہے خاص طور سے مہد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جس کا قیام دارالعلوم میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے، اقامت گاہ اور اسٹاف کوارٹرس کی شدید ضرورت ہے۔

لہٰذا اللہ کے نام پر خرچ کرنے والے بھائیوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت سے نوازا ہے ہماری پرزور اپیل ہے کہ اس کام میں دل کھول کر حصہ لیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر بے حد و حساب ہے جس کو قرآن مجید میں یوں ادا کیا گیا ہے: مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۔ جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے (مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک بال میں سو سو دانے ہوں اور خدا جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے وہ بڑی کشائش والا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اہل خیر حضرات دل کھول کر حصہ لیں گے۔

(مولانا) معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

(مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی
مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

نوٹ:- چیک، ڈرافٹ، منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں، مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی اطلاع ضروری ہے۔ چیک یا ڈرافٹ برائے صرف یہ لکھئے:۔
ناظم ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ یوپی۔
NAZIM. NADWATUL ULAMA. LUCKNOW. U.P.